کفارۂ مسیح کا بطلان

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

کفارۂ مسیح کا بطلان

الکلام الفصیح فی إبطال کفارة المسیح

عقیدۂ کفارۂ مسیح

بائبل کی نظر میں

از:
مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّهٖ وَالصَّلَاةُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَ عَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِیْن ۔

أَمَّا بَعْدُ : عیسائیت جن بنیادوں پر قائم ہے ان میں ایک ''عقیدۂ کفارۂ مسیح'' ہے۔اور جس طرح اس کے دیگر عقائد ونظریات علم وعقل اور دلیل و برہان کی تائید سے عاری وخالی ہیں اسی طرح یہ عقیدہ ونظریہ بھی بے حقیقت اور اپنی پشت پر دلائل وبراہین کی طاقت سے محروم ہے۔

مگر اس کے باوجود یہ عقل کی دعویدار عیسائی قوم اس لغو و بے حقیقت عقیدہ کو دل وجان سے مانتی ،اس کا پرچار کرتی اور اس کو سب سے زیادہ اہمیت دیتی نظر آتی ہے، حالانکہ نہ کوئی عقلی دلیل اس کی تائید کرتی ہے اور نہ کوئی نقلی دلیل سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔یہ اس بات کی کافی دلیل ہے کہ عیسائیت علم وعقل کی روشنی سے محروم اور کچھ بے حقیقت نظریات وعقائد کا معجون مرکب ہے۔

جیسا کہ اس رسالہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ موجودہ عیسائیت دراصل اس دین کی انتہائی بگڑی ہوئی صورت ہے جو حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام لے کر آئے تھے، اور اس دین عیسوی میں تحریف وتبدیلی ہوسکتا ہے کہ بہت سے نا خدا ترس انسانوں نے کی ہو، تاہم تاریخ نے اس سلسلہ میں ایک شخص کا نام محفوظ کیا ہے اور وہ ہے ''پولس''، جس کو عیسائی لوگ ''سینٹ پال'' کے مقدس الفاظ سے یاد کرتے ہیں، یہ شخص پہلے کٹر یہودی تھا، پھر منافقانہ طور پر دین عیسوی میں داخل ہوا اور اپنا ایک مقام اس میں بنانے کے بعد اس میں تحریف وتبدیلی کا عمل کرتا رہا، مگر افسوس کہ کسی

عیسائی عالم و دانش ور کو نہ اس کا احساس ہوا، اور نہ ان کی دینی حمیت نے اس کو برا جانا، بلکہ حسب سابق بنی اسرائیل کی روش پر چلتے ہوئے اپنے دین میں تحریف و تبدیلی کو نہ صرف گوارا کیا گیا بلکہ اس کو سراہا گیا اور محرّف دین کو آسمانوں میں بٹھایا گیا اور ان ساری تحریفات کو بدل و جان قبول کیا گیا۔

پولس نے دین عیسوی میں جو تبدیلیاں و تحریفات کیں، ان میں ایک یہ ہے کہ اس نے کفارۂ مسیح کا عقیدہ ایجاد کیا، اور عیسائی امت کو اس بے ہودہ اور باطل عقیدے کی اس طرح تعلیم دی کہ اس کے بغیر کوئی شخص عیسائی ہی نہیں ہوسکتا، اور پھر لازماً نجات بھی نہیں پا سکتا، حالانکہ اس عقیدہ کا دین عیسوی میں کہیں وجود نہیں اور بائبل کی تعلیمات میں اس کا کہیں پتہ نہیں، مگر ساری عیسائی دنیا آج اس بے حقیقت عقیدے کو دل و جان سے لگائے ہوئے ہے اور ان میں اس کے بغیر عیسائی ہونے اور نجات پانے کا تصور نہیں ہے۔

زیر نظر رسالہ میں ہم نے اس عقیدے کا بطلان ثابت کیا ہے مگر اس کے لئے ہم نے صرف بائبل کی تعلیمات و احکامات کو سند کی حیثیت سے پیش کیا ہے تا کہ عیسائی دنیا کے لئے قابل حجت بھی بنے اور ان پر اتمام حجت بھی قرار پائے۔

ہم نے اس رسالہ کو دو بابوں میں مکمل کیا ہے، پہلا باب تین باتوں کی وضاحت میں ہے، ایک یہ کہ کفارۂ مسیح کی حقیقت عیسائی نقطۂ خیال سے کیا ہے؟ دوسری یہ کہ اس عقیدۂ کفارہ کی عیسائیت میں اہمیت کیا ہے، تیسری یہ کہ اس عقیدے کا موجد وبانی کون ہے؟ اور باب دوم میں کفارۂ مسیح کا بطلان بائبل کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے اور یہ باب بارہ فصلوں پر مشتمل ہے اور ہر فصل میں اس عقیدے کی کسی ایک یا دو شقوں کا بائبل کی تعلیمات سے واضح انداز میں رد کیا گیا ہے۔

بنگلور اور اس کے اطراف میں عیسائی مشنریاں کام کرتی نظر آتی ہیں اور کبھی

بائبل کوتقسیم کرتی اورکبھی کچھ چھوٹے چھوٹے کتابچے اور پمفلٹ کو پھیلاتی نظرآتی ہیں،تاکہ اہل اسلام کے ایمان کو برباد کریں اورشکوک وشبہات کی دلدل میں ان کو پھنسادیں مگران شاء اللہ ان کی یہ مراد برنہیں آئے گی ،اس لئے کہ ان کا تعاقب کرنے والے علماء اوراسلام کے سچے خدمت گزارموجود ہیں ،جواس مذہب اور اس کے ماننے والوں کی حقیقت علم وعقل کی روشنی میں کھول کرر کھ دیتے ہیں۔

زیرنظرتحریربھی اسی کی ایک کڑی ہے،اللہ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ ان کے دیگر باطل عقائد پربھی اسی طرح کلام کیا جائے گا،اورعیسائیت کی بے حقیقتی و غیرمعقولیت کوثابت کیا جائے گا۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان
مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم
بنگلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

کفارۂ مسیح کا بطلان اور اس کی لغویت و نامعقولیت ثابت کرنے سے قبل ضروری ہے کہ درج ذیل امور پر روشنی ڈال لی جائے۔

۱-کفارۂ مسیح کی حقیقت عیسائی نقطۂ خیال سے کیا ہے۔

۲-اس عقیدۂ کفارہ کی عیسائیت میں اہمیت۔

۳-اس عقیدے کا موجد و بانی کون ہے۔

ان میں سے ہر بات کو ہم الگ الگ فصل میں بیان کرتے ہیں، ان چیزوں پر گفتگو اس لیے ضروری ہے کہ جب ہم ان کے اس عقیدے پر تنقیدی نظر ڈالیں گے تو اس کا سمجھنا آسان ہوگا۔

فصل اول

عیسائیوں کے نزدیک کفارۂ مسیح کی حقیقت

کفارہ کا عقیدہ عیسائی خیال کے مطابق پورے طور پر سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ درج ذیل نکات کو ذرا صبر و تحمل سے دیکھا جائے؛ کیوں کہ یہ عقیدہ ایک طویل سلسلۂ مفروضات پر مشتمل ہے، یہاں ہم اسکا خلاصہ نہایت اختصار سے درج کریں گے:

(۱) وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابدی زندگی پانے اور ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھنے کے لیے پیدا فرمایا تھا، مگر حضرت آدم علیہ السلام نے چونکہ اللہ تعالیٰ کی

سخت نافرمانی کی، اس لیے بطور عذاب ان پر دائمی موت وعذاب کو مسلط کر دیا گیا اور حقیقی وابدی زندگی سے وہ محروم کر دیے گئے اور بائبل کی یہ آیت ان عیسائیوں کے نزدیک اسی طرف اشارہ کرتی ہے:

''خداوند نے آدمؑ کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے، لیکن نیک وبد کے پہچان کا درخت کبھی نہ کھانا؛ کیوں کہ جس روز تو نے اسمیں سے کھایا تو مرا''۔(۱)

غرض یہ کہ آدم کے لیے مرنا نہ تھا، مگر چوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس لیے ان پر اس حکم کے مطابق موت طاری کی گئی۔

(۲) پھر یہ گناہ آدم تک محدود نہیں رہا، بلکہ آدم سے ان کی اولاد میں منتقل ہو گیا اور اس لیے تمام بنی آدم بھی آدم کی طرح اس گناہ سے گنہ گار ہوئے جس کو اصلی گناہ (Original Sin) کہا جاتا ہے اور پھر موت بھی سب پر طاری کی گئی۔

چنانچہ عہد نامہ جدید میں عیسائیوں کے مقدس پولس نے رومیوں کے نام اپنے خط میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی، اس لیے سب نے گناہ کیا۔(۲)

مشہور عیسائی عالم وفلسفی سینٹ آگسٹائن جو تیسری صدی عیسوی میں گذرا ہے اس نے ایک جگہ لکھا ہے:

''آدم اور ان کی نسل وذریت میں ایک طرح کا نیابتی رشتہ ہے جو ان کی سرکشی کے باعث وجود میں آیا، اب حال یہ ہے کہ ان کی ساری آل واولاد ونسل عدل وسزا کے ترازو کے تحت آگئی ہے، کیوں؟ اس لیے کہ وہ الٰہی منزلت وصورت

(۱) کتاب پیدائش:۲/۱۶-۱۷ (۲) رومیون:۵/۱۲

سب نے کھودی ہے جس پر ان کے جداعلیٰ آدمؑ کو پیدا کیا گیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روحانی، اخلاقی اور جسمانی موت وراثت میں آئی۔(۱)

(۳) پھر اس گناہ اصلی کی وجہ سے جو ابوالبشر آدم سے صادر ہو گیا تھا، دوسرے تمام گناہ جنم لینے لگے، یہ دنیا میں جو ہزاروں گناہوں کا سلسلہ نظر آتا ہے یہ سب اسی (Original Sin) کا نتیجہ اور اسی کی کرشمہ سازیاں و کارفرمائیاں ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا، تو ان کی وہ قوت جو نیکیوں کی طرف ان کو لے جانے والی تھی، زائل ہو گئی، پھر صرف وہ قوت ان میں باقی رہ گئی جو برائی پر ابھارنے والی ہے، اس سے ہزاروں گناہوں کا ایک طویل سلسلہ قائم ہو گیا۔

آگسٹائن نے اس موقع پر طویل کلام کر کے آخر میں بڑی ہی معصومیت سے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''سچی بات تو یہ ہے کہ جس گناہ کی بھی حقیقت پر آپ نظر کریں گے اس کا ایک عکس اس ایک گناہ (یعنی اصلی گناہ) میں نظر آئے گا۔''(۲)

(۴) اور ظاہر ہے کہ شرعی قانون کے مطابق گنہ گاروں کو سزا بھی ضرور ملنی چاہئے جو خدائے پاک نے اپنے نبیوں کے ذریعہ بتایا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ کی زبانی اللہ نے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت آدمؑ سے کہا گیا تھا کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھاؤ گے تو مر جاؤ گے، جیسا کہ ہم اوپر اس کو نقل کر آئے ہیں، اور حضرت حزقی ایل کے صحیفہ میں ہے:

---

(۱) اسلام و مسیحیت میں گناہ و کفارہ از عبدالقادی:۲۵ (۲) Augustine.The Enehividion XLV PP. 684.V.I

''جو جان گناہ کرتی ہے وہ مرے گی''۔(۱)

اور پولس رسول نے کہا کہ:

''کیوں کہ گناہ کی مزدوری موت ہے''۔(۲)

اگر اس شریعت کے قانون کے مطابق گنہ گاروں کو سزا نہ دی گئی اور ان کو معاف کردیا گیا تو شریعت کا بے کار ہونا لازم آتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ گنہ گاروں کو گناہ کی سزا دی جائے۔

(۵) نیز اللہ تعالیٰ کے عدل وتقدس کا بھی لازمی تقاضا ہے کہ سزا ضرور دی جائے ،ورنہ معافی کی صورت میں عدل نہ ہوگا جو کہ ظلم ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ عادل ہیں اور ظلم سے پاک ومبرا۔

اس کے لئے وہ لوگ توریت کی کتاب ''استثناء'' میں واقع اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

''کیوں کہ اسکی (خدا کی) سب راہیں انصاف کی ہیں وہ وفادار خدا اور بدی سے مبرا ہے، وہ منصف اور برحق ہے۔(۳)

اور دانی ایل پیغمبر کہتے ہیں:

''کیوں کہ وہ (خدا) اپنے سب کاموں میں راست اور اپنی سب راہوں میں عادل ہے۔''(۴)

الغرض خدا عادل اور بدی وظلم سے مبرا ہے، اس لیے گنہ گاروں کو ضرور سزا دے گا، یہ اس کے عدل کا تقاضا ہے۔

(۶) مگر چوں کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑے ہی شفیق ومہربان ہیں، اس لیے سب کو سزا دینا اس کے رحم وشفقت کے منافی وخلاف ہے، لہٰذا سب انسانوں کو

(۱) حزقی ایل: ۱۸/۴و۲۰ (۲) رومیون: ۶/۲۳ (۳) استثناء: ۳۲/۴ (۴) دانی ایل: ۹/۱۴ ۳۷

سزا دینا بھی صحیح نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے گناہ کے کفارے کے طور پر اپنے بیٹے (نعوذباللہ من ھذہ الھم انسانوں کے اس اصلی گناہ اور اس کے نتیجہ میں صادر ہونے والے تمام دوسرے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (عیسائی مشنری کی طرف سے شائع کردہ رسالہ "الظلمۃ قدمضت" ص:۱۶ پر یہ تفصیل دیکھی جاسکتی ہے)

عیسائیوں کے نزدیک مندرجۂ ذیل عبارات میں اسی کا بیان ہے:

(۱) "اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا، پر ہم نے اسے خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا سمجھا، حالاں کہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب گھائل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا، ہماری ہی سلامتی کے لیے اس پر سیاست ہوئی تاکہ اسکے مار کھانے سے ہم شفا پائیں، ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے، ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا، پر خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اس پر لادی۔"(۱)

(۲) "اس نے بہتوں کے گناہ اٹھالیے اور خطاکاروں کی شفاعت کی"۔(۲)

(۳) حضرت مسیح کا یہ قول ان کے حواری متی نے اپنی انجیل میں نقل کیا ہے کہ:

"ابن آدم اس لیے نہیں آیا کہ خدمت لے، بلکہ اس لیے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔"(۳)

(۴) انجیل یوحنا میں حضرت مسیح کے الفاظ یہ ہیں:

"اور میں اپنی بھیڑوں کے لیے اپنی جان دیتا ہوں .... باپ مجھ سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اسے پھر لے لوں۔(۴)

(۱) صحیفۂ یسعیاہ:۵۳/۴-۶ (۲) یسعیاہ:۵۳/۱۲ (۳) انجیل متی:۲۰/۲۸ (۴) انجیل یوحنا:۱۰/۱۵-۱۸

(۵) پولس اپنے خط میں لکھتا ہے:

''جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر مرا۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہ گار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مرا۔''(۱)

(۶) پولس ہی اپنے گلتیوں کے نام خط میں لکھتا ہے:

''اسی نے ہمارے گناہوں کے لیے اپنے آپ کو دے دیا تا کہ ہمارے خدا اور باپ کی مرضی کے موافق ہمیں اس موجودہ خراب جہاں سے خلاصی بخشے۔''(۲)

(۷) وہی پولس اپنے شاگرد اور رفیق سفر تیمتھیس کے نام اپنے خط میں لکھتا ہے:

''یسوع مسیح جو انسان ہے جس نے اپنے آپ کو سب کے فدیہ میں دیا۔'' (۳)

(۸) پولس رسول گلتیوں کے نام خط میں دوسری جگہ تحریر کرتا ہے:

''لیکن جب وقت پورا ہو گیا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہوا اور شریعت کے ماتحت پیدا ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو مول لے کر (فدیہ دے کر) چھڑا لے۔''(۴)

(۹) پطرس حواری اپنے پہلے خط میں لکھتے ہیں:

''تم جانتے ہو کہ تمہارا نکما چال چلن جو باپ دادا سے چلا آتا تھا، اس سے تمہاری خلاصی فانی چیزوں یعنی سونے چاندی کے ذریعہ سے نہیں ہوئی بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برّے یعنی مسیح کے بیش قیمت خون سے۔''(۵)

(۱۰) یوحنا کے پہلے خط میں ہے:

---

(۱) رومیون:۶/۵-۹ (۲) گلتیوں:۴/۱ (۳) تیمتھیس اول:۶/۲ (۴) گلتیوں:۴/۴-۵
(۵) پطرس:۱۸/۱-۱۹

''مسیح راست باز وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا۔''(۱)

یہ چند نمونے ان کتابوں سے دیئے گئے ہیں جن کو عیسائی الہامی قرار دیتے ہیں، ان میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح کو لوگوں کے گناہوں کی سزا میں بطور کفارہ قتل کیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے گناہ کیا اور ان سے یہ گناہ ان کی اولاد میں منتقل ہو گیا اور اس کے نتیجہ میں آدم اور ان کی سب اولاد پر موت طاری کی گئی اور اس جرم و گناہ کی پاداش میں ان کو سزا دینا ضروری اور شریعت اور عدل خداوندی کا لازمی تقاضا ہے، مگر چوں کہ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ بندوں کو سزا نہ دے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام کا گناہ اپنے بیٹے عیسیٰ مسیح کے سر لاد کر، ان کو تمام لوگوں کی طرف سے بطور فدیہ و کفارہ، یہودیوں کے ہاتھوں قتل وصلب کرایا۔

یہ ہے کفارۂ مسیح کی حقیقت جس کو عیسائی مذہب میں ایک بنیادی اور اہم عقیدہ تصور کیا جاتا ہے۔

اس فصل میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ عیسائی عقیدے کی محض ترجمانی ہے جو خود عیسائی لوگوں نے بیان کی ہے، اس عقیدہ کا مضحکہ خیز ہونا اور غایت درجہ غیر معقول ہونا ذرا سی توجہ سے سمجھ میں آجاتا ہے، ہم آگے اس کی تردید کریں گے اور اس کا بطلان خود بائبل سے ثابت کریں گے۔

---

(۱) یوحنا کا پہلا خط: ۲/۲

فصل دوم

کفارۂ مسیح کی اہمیت عیسائی مذہب میں

اس فصل میں ہم یہ بتائیں گے کہ عیسائی مذہب میں اس عقیدے کی کیا اہمیت ہے، اوران کے خیال میں اس کی اہمیت کی وجوہ کیا ہیں؟

معلوم ہونا چاہئے کہ عقیدۂ کفارہ مسیح عیسائی مذہب کی جان ہے۔ جیسا کہ مسٹر ڈینیل ولسن نے (Evidences Christianity) میں لکھا ہے۔(۱)

اس کفارۂ مسیح کی اہمیت کا اندازہ پولس کے خط کے اس جملہ سے بھی ہوتا ہے جواس نے کرنتھیوں کے نام لکھا ہے کہ:

''ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قربان ہوا، پس آؤ ہم عید کریں۔''(۲)

یعنی مسیح کی قربانی کا یہ واقعہ اس قدر اہم اور نا قابل فراموش ہے کہ اس دن کو ماتم نہیں، عید کرنا چاہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ عید خوشی کے اظہار کے لیے ہوتی ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ مسیح کی یہ قربانی خوشی کی بات ہے، جس پر عید منانا چاہتے ہیں۔ اوراسکواس قدر اہم قرار دینے کی وجہ کیا ہے؟ اس کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے۔

(۱) عیسائی مذہب میں کفارۂ مسیح اور اس پر عقیدے کو اہم اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کے اصلی گناہ (Original Sin) سے پاک ہونے اور نجات پانے کا ان کے نزدیک صرف یہی ایک راستہ ہے، جو ازل سے خداتعالیٰ نے مقدر فرما رکھا ہے۔

چنانچہ عیسائی عالم پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتاب 'میزان الحق'' میں

(۱) مقدمہ قرآن سے بائبل تک از محمد تقی عثمانی: ۲/۷ (۲) کرنتھیوں اول: ۵/۷-۸

لکھا ہے:

''کتب مقدسہ سے صاف عیاں ہے کہ خدائے ذوالجلال نے اپنی لامحدود محبت اور بے نہایت رحمت سے ابتدائے عالم ہی سے یہ راہِ نجات مقرر کر رکھی ہے۔''(۱)

ظاہر ہے کہ عیسائی نقطۂ نظر سے جب ''عقیدۂ کفارۂ مسیح'' ہی راہِ نجات ہے، تو پھر کیوں نہ وہ باعثِ مسرت وخوشی ہوگا، اور کیوں نہ وہ دن عید منانے کے قابل ہوگا؟

(۲) پھر عیسائی خیال کے مطابق یہ بات نہیں کہ کفارۂ مسیح راہ نجات ہے بلکہ انکے خیال میں راہِ نجات صرف اسی میں منحصر بھی ہے، اسکے علاوہ کسی بھی طریقہ پر کسی انسان کی نجات متصور نہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، و دیگر عبادات، استغفار وتوبہ، ان میں سے کسی بھی طریقہ سے نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔

ایک عیسائی عالم عبدالفادی اپنے ایک رسالے ''اسلام ومسیحیت میں گناہ وکفارہ'' میں لکھتا ہے:

''بھلے کام کرنا اخلاقی ذمہ داری ہے ــــ لیکن وہ ان گناہوں کا معاوضہ نہیں ہوسکتے جو ہوچکے ہیں۔''(۲)

مزید لکھتا ہے کہ:

''ہمارے مال واملاک اور صحت وتندرستی ــــ سب کے سب اللہ ہی کی دین ہے اور اسی کی ملکیت ہیں جب ہم ان کی خیرات کرتے ہیں تو کیا کوئی چیز ہم اپنی طرف سے بطور ایثار وقربانی کے دیتے ہیں؟ ہرگز نہیں، جو فرض تھا وہ ہم نے کیا تھا، اس سے نہ کچھ کم، نہ کچھ زیادہ۔''(۳)

ایک اور عیسائی عالم اسکندر جدید نے اپنے رسالے ''قرآن شریف اور انجیل

---

(۱) میزان الحق: ۲/۲۲۴ (۲) اسلام ومسیحیت میں گناہ وکفارہ: ۴۹ (۳) اسلام ومسیحیت میں گناہ وکفارہ: ۴۹

شریف میں صلیب'' میں لکھا ہے:

''ہر انسان اس بات کا طبعی و بدیہی شعور رکھتا ہے کہ توبہ سے پچھلے گناہ ختم نہیں ہوتے ـــــ کیا یہ اس لیے نہیں کہ ـــــ اسکے گناہوں کے لیے کفارہ ضروری ہے۔''(۱)

غرض یہ ہے کہ عیسائی عقیدے میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، خیرات، توبہ واستغفار، نجات کا سبب و باعث نہیں بن سکتے؛ کیوں کہ ان سے گناہ معاف نہیں ہوتے بلکہ نجات صرف اسی عقیدے کی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ مسیح کو ہمارے گناہوں کے فدیہ وکفارے میں قتل کیا گیا۔

چنانچہ وہی عیسائی عبدالفادی جس کا اوپر ذکر کیا گیا، اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''اب مسیح کے اس فداکارانہ کام کا جو اقرار کرتا ہے وہ ایسا مؤمن بن جاتا ہے جسے گناہ سے نفرت ہوجاتی ہے۔ مسیح کے حواری حضرت یوحنا نے کہا ہے کہ: ''اگر ہم نور میں چلیں جس طرح خدا نور میں ہے تو ہماری باہمی شراکت ہے اور اسکے بیٹے یسوع کا خون ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے۔''(۲)

پس جب کہ عیسائی مذہب میں نجات کی یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر انسان نجات پاسکتا ہے تو خود اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس عقیدہ کی ان کے پاس کس قدر اہمیت ہوگی؟

(۳) اس عقیدے کی اہمیت اس وقت اور زیادہ ہوجاتی ہے جب کہ اس کو اس خیال سے دیکھا جائے کہ یہ طریقۂ نجات اللہ تعالی نے ایک طرف بندوں پر اپنے رحم وکرم کے اظہار کے لیے اختیار فرمایا تو دوسری طرف یہ طریقہ اسکے عدل

(۱) ملخصاً از قرآن شریف اور انجیل شریف میں صلیب:۴۵ (۲) اسلام ومسیحیت میں گناہ وکفارہ:۵۴

وتقدس کا بھی تقاضا تھا،جیسا کہ اسی باب کی پہلی فصل میں ہم نے تفصیل کے ساتھ دکھایا ہے۔

(۴) پھراس کی اہمیت اس طرح اور بڑھ جاتی ہے کہ یہی طریقہ نجات ہے جوخدا کی شان کے لائق بھی ہے۔جیسا کہ پادری فنڈر نے لکھا ہے:

''بائبل سے نہایت صفائی اورصراحت کے ساتھ یہ تعلیم ملتی ہے کہ یہ وہ طریقہ ہے جس کواس نے اپنی الٰہی دانائی کے ساتھ پسندفرمایا ہے،کوئی اور ایسا طریقہ خیال میں نہیں آتا جواس سے زیادہ خدائے پاک ورحیم ورحمان کی شان کے شایان ہو۔''(۱)

بہرحال کئی وجوہ سے یہ عقیدہ عیسائی مذہب میں اہمیت کا حامل ہے،یہ سب کچھ جوہم نے لکھا ہے محض عیسائی عقیدے کی ترجمانی ہے،جیسا کہ ہم نے پہلے بھی لکھا ہے ،اور چونکہ اس رسالہ کا مقصد ہی اس باطل عقیدے کی تردیداوراسکے بطلان کا ظاہر کرنا ہے،اس لئے یہاں صرف ان کے خیالات کو پیش کیا گیا ہے؛ کیونکہ تردید سے پہلے یہ بتانا ضروری تھا کہ اس مسئلہ کی ان کے نزدیک حقیقت واہمیت کیا ہے،اس لیے یہ لکھا گیا ہے۔

فصل سوم

عقیدۂ کفارہ کا بانی کون ہے؟

اب آیئے یہ معلوم کریں کہ اس عقیدہ کا بانی وموجد کون ہے؟اس فصل میں یہی دکھانا مقصود ہے کہ عیسائی مذہب کا یہ اہم ترین عقیدہ جس کوعیسائی مذہب کی

(۱) میزان الحق دوم:۲۵۲

جان کہا گیا ہے، کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے لیا گیا ہے یا کسی اور نے اسکو عیسائی مذہب میں داخل کیا ہے؟

یہ بحث ہمارے لیے اس لیے ناگزیر ہے کہ ہم جب اس پر تنقید وتردید کریں گے تو کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ہم حضرت عیسیٰ کی تعلیم پر بے باکانہ لب کشائی کررہے ہیں، ہرگز نہیں؛ کیوں کہ ہمارے نزدیک حضرت عیسیٰ کی ذات اوران کی تعلیمات نہایت ہی صحیح اوران پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا ایک جزء ہے اوراس پر ایمان کے بغیر ہماراایمان ناقابل قبول ہے، مگر چوں کہ ہمارے نزدیک یہ عقیدۂ کفارہ آپ کی تعلیمات میں نہیں ملتا، بلکہ جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا کہ یہ عقیدہ ایک بدعت ہے جوآپ کے مذہب میں داخل کیا گیا ہے،اس لیے ہم پر کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ عقیدہ آپ کاتعلیم فرمودہ کسی حال میں نہیں ہے، بلکہ دوسرے لوگوں نے اس عقیدے کوآپ کے دین وشریعت میں ٹھونسا ہے۔ اس کے لیے ہمیں سب سے پہلے اناجیل اربعہ پھر حضرت مسیح کے حواریوں کے بیانات وارشادات پرایک گہری نظر ڈالنا ضروری ہے،ہم سب سے پہلے اناجیل اربعہ پرنظر ڈالتے ہیں۔

اناجیل اربعہ اورعقیدۂ کفارہ

وہ چاروں انجیلیں جن کوآج عہد جدید کی کتابوں میں شامل رکھا گیا ہے اورعیسائیوں کے نزدیک معتبر ومستند قرار دیا گیا ہے،ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم ترین عیسائی عقیدہ کا اسکی تمام تر تفصیلات کے ساتھ کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اور یہ بات نہایت ہی واضح اور بالکل ظاہر ہے کہ جو عقیدہ کسی مذہب کی جان ہو،اس کا اس مذہب کی بنیادی کتاب میں ذکر ہونا ضروری ہے ،مگر عیسائی مذہب کا حال یہ ہے کہ اس کا یہ بنیادی عقیدۂ کفارہ،انجیل جیسی بنیادی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ایک جگہ بھی حضرت مسیح نے اس عقیدہ کی حقیقت واہمیت لوگوں کے سامنے واضح نہیں فرمائی، حالاں کہ ان سے نجات کے بارے میں متعدد مواقع پر سوالات کئے گئے،مگر آپ نے نجات کی یہ کفارے والی صورت بیان نہیں کی، بلکہ آپ نے دوسری باتوں کو پیش کیا ہے۔

مثلاً متی حواری نے لکھا ہے:

''ایک شخص نے پاس آکر اس سے (مسیح سے) کہا اے استاد! میں کون سی نیکی کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں،اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے، نیک تو ایک ہی ہے،لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔اس نے اس سے کہا کون حکموں پر؟ یسوع نے کہا کہ خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے،اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔''(۱)

اور لوقا نے اپنی انجیل میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ:

''ایک عالم شرع اٹھا اور یہ کہہ کر اسکی (مسیح کی) آزمائش کرنے لگا کہ استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں، اس نے اس سے کہا کہ توریت میں کیا لکھا ہے؟ تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ،اس نے کہا تو نے

(۱)انجیل متیٰ:۱۹/۱۶-۱۹

ٹھیک جواب دیا، یہی کر تو تو جیئے گا۔''(۱)

اور متیٰ نے بھی اس واقعہ کو مختصراً لکھ کر آخر میں حضرت مسیح کے یہ تاریخی جملے بھی نقل کئے ہیں کہ:

''انہی دو حکموں (خالق ومخلوق کی محبت) پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔''(۲)

حضرت مسیح کی اس تعلیم اور ان آخری جملوں پر نظر کرو کہ آپ ہمیشہ کی زندگی پانے کا طریقہ خالق ومخلوق سے محبت اور خدا کے حکموں پر عمل کو قرار دے کر فرماتے ہیں کہ انہی باتوں پر تمام توریت وانبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔

معلوم ہوا کہ صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء آئے ان سب نے بھی نجات کا یہی راستہ بتایا ہے، نہ کہ وہ جو آج عیسائی لوگ پیش کرتے ہیں، اگر طریقۂ نجات صرف وہ تھا جس کو یہ لوگ پیش کرتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح نے ان سوالات کے موقعہ پر کیوں اس کو ظاہر نہیں کیا، بلکہ اس کے خلاف نجات کا دوسرا راستہ کیوں بتلایا؟ اس سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مسیح نے کفارہ کا عقیدہ تعلیم نہیں فرمایا اور یہ آپ کی تعلیمات میں سے قطعاً نہیں ہے۔

اسکے بعد یہ بات بھی واضح ہوجانا چاہئے کہ عیسائی لوگ حضرت مسیح کی ان تعلیمات سے قطع نظر، بعض آپ کے ارشادات سے اس عقیدے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ فصل اول میں ہم نے ان میں سے بعض اقوال وارشادات کو نقل کیا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان اقوال سے زیر بحث عقیدۂ کفارہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔

اس کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے، ان نصوص کو ملاحظہ کیجئے، جن سے عیسائی

---

(۱) لوقا: ۱۰/۲۵-۲۸ (۲) متیٰ: ۲۲/۴۰

اس عقیدے کو ثابت کرتے ہیں۔

(۱) حواریٔ مسیح جناب متیٰ نے اپنی انجیل میں فرشتہ کے یہ الفاظ حضرت مسیح کے متعلق نقل کئے ہیں کہ:

''اس کے (مریم کے) بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا؛ کیوں کہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔(۱)

(۲) لوقا کی انجیل میں فرشتہ کے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ:

''ڈرومت، کیوں کہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے ایک منجی (نجات دہندہ) پیدا ہوا ہے، یعنی مسیح خداوند۔''(۲)

(۳) متی و مرقس نے اپنی اپنی انجیل میں حضرت مسیح کا یہ قول درج کیا ہے کہ:

''کیوں کہ ابن آدم اس لیے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لیے کہ خدمت کرے، اور اپنی جان بھتیروں کے فدیہ میں دے۔''(۳)

(۴) متیٰ ہی نے یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ:

''یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لیے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔''(۴)

یہ اور اس قسم کے چند جملے ہیں جن سے عیسائی لوگ اس کفارے کے عقیدہ پر استدلال کرتے ہیں جس کو پہلی فصل میں وضاحت سے لکھا گیا ہے، مگر یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ ان جملوں سے وہ مفہوم و معنی کیسے نکل آیا جس کو عیسائی لوگ

---

(۱) انجیل متیٰ: ۲۱/۱ (۲) لوقا: ۱۰/۲-۱۱ (۳) متی: ۲۸/۲۰ (۴) متیٰ: ۲۸/۲۶

عقیدۂ کفارہ میں پیش کرتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان جملوں کا وہ مطلب جو عیسائی پیش کرتے ہیں، ان سے ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ اگر کوئی ذرا بھی انصاف پسندی سے کام لے اور عقل کو استعمال میں لائے تو اس پر یہ بات صاف عیاں ہو جائے گی کہ ان جملوں کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو یہ لوگ پیش کرتے ہیں؛ کیونکہ نجات دہندہ کی اصطلاح جس طرح یہاں حضرت مسیح کے لیے استعمال ہوئی ہے، دیگر انبیاء کے لیے بھی استعمال کی گئی ہے، اور وہاں اس کا وہ مطلب خود ان کے نزدیک بھی نہیں لیا جاتا۔

چنانچہ خود انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ اصطلاح استعمال کی ہے۔ جب حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور آٹھ دن بعد ختنہ ہوئی اور ان کا نام یحییٰ (یوحنا) رکھا گیا تو یحییٰ کے والد حضرت زکریا نے اللہ کی حمد کرتے ہوئے کہا:

''خداوند اسرائیل کے خدا کی حمد ہو، کیوں کہ اس نے اپنی امت پر توجہ کر کے اسے چھٹکارا دیا اور اپنے خادم داؤد کے گھرانے میں، ہمارے لیے نجات کا سینگ نکالا۔''(۱)

اس کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہاں حضرت یحییٰ کے ''نجات کے سینگ'' ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یحییٰ کو سارے انسانوں کے گناہوں کے کفارے میں قتل کر دیا جائے گا، جس کی بنا پر سب لوگ پاک وصاف ہو جائیں گے، ظاہر ہے کہ یہاں خود عیسائی بھی اس کا یہ مطلب نہیں لیتے، تو پھر حضرت مسیح کے لیے اس لفظ کے استعمال سے وہ مطلب کیسے نکل آیا؟

اس لیے نجات دہندہ کا صاف سیدھا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی

(۱) انجیل لوقا: ۱/۶۸-۶۹

شریعت پر چلا کر گناہوں سے بچالیں گے، جس کی بنا پر انکو دائمی نجات ودائمی زندگی ملے گی۔اور انجیل سے بھی حضرت یوحنا کا نجات دہندہ ہونا اسی معنی کے لحاظ سے ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے اسی حمد کے گیت میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا، یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اے لڑکے تو خداتعالیٰ کا نبی کہلائے گا، کیوں کہ تو خداوند کی راہیں تیار کرنے کو اسکے آگے آگے چلے گا، تا کہ اس کی امت کو نجات کا علم بخشے، جو ان کو گناہوں کی معافی سے حاصل ہو۔''(۱)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت زکریا علیہ السام کی مراد ''نجات کے سینگ'' سے یہ ہے کہ وہ امت کو نجات کا علم بخشیں گے، وہ نجات جو ان کو گناہوں کی معافی سے حاصل ہوگی۔نجات دہندہ کا یہ معنی اس قدر واضح اور صاف ہے کہ اس کا کوئی شخص بھی انکارنہیں کرسکتا، اور اس معنی کر یہ لفظ تمام انبیاء کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے حتی کہ جو دنیوی لیڈر کسی قوم کی خدمت کرتے ہیں، ان کے لیے بھی اس لفظ کا استعمال شائع وعام ہے۔چنانچہ بائبل میں بھی یہ لفظ بعض بادشاہوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

کتاب (سلاطین دوم:۵/۱۳) میں یہوآخز بادشاہ کو ''نجات دینے والا'' کہا گیا ہے، اور اسی کتاب کے باب۱۴ آیت ۲۷ میں یربعام کے وسیلہ سے رہائی ملنے کا ذکر ہے۔ اور کتاب (قضاۃ: ۹/۳) میں غتنی ایل کو رہائی دینے والا کہا گیا ہے۔بہرحال اس لفظ سے اس مزعومہ کفارہ پر استدلال کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

اب رہی وہ عبارات جن میں اس قسم کے الفاظ ہیں کہ میرا خون گناہ گاروں کے

(۱)انجیل لوقا:۱/۷۶-۷۷

لیے بہایا جائے گا وغیرہ، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ان جملوں سے بھی زیر بحث کفارہ کا کوئی تعلق نہیں؛ کیوں کہ یہ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ وہ نجات دہندہ لوگوں کو نجات کی راہ (شریعت) بتانے اور سکھانے اور ان کو اس پر چلانے کے لیے ہر قسم کے دکھ درد، مصائب و آلام برداشت کرتا ہے۔ اس سے وہ مطلب نکالنا جو عقیدہ کی تشریح میں اوپر عرض کیا جا چکا ہے، کھینچا تانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اور ہم نے جو اسکا مطلب بیان کیا ہے، اسکی دلیل خود حضرت مسیح کے ان جملوں کا (جن سے عیسائی عقیدۂ کفارہ پر استدلال کرتے ہیں) سیاق وسباق ہے۔

مثال کے طور پر لیجئے، حضرت مسیح کہتے ہیں کہ:

"تم جانتے ہو کہ غیر قوموں کے سردار، ان پر حکومت چلاتے اور امیر ان پر اختیار جتاتے ہیں، تم میں ایسا نہ ہوگا، بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ تمہارا غلام بنے، چنانچہ ابن آدم اسلئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے، اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔"(۱)

حضرت مسیح کے ان جملوں میں نظر کرو کہ ان میں پہلے بتاتے ہیں کہ غیر قوموں میں ایسا ہوتا ہے کہ ان کے سردار اور امیر ان پر حکومت چلاتے ہیں، مگر تم میں ایسا نہ ہوگا، بلکہ تم میں بڑا وہ ہے جو دوسروں کی خدمت کرے، پھر آپ نے خود اپنے متعلق یہ فرمایا کہ دیکھو میں خدمت لینے نہیں بلکہ خدمت کرنے آیا ہوں، حتی کہ دوسروں کی خدمت میں اپنی جان بھی قربان کرنے تیار ہوں۔

یوحنا نے اپنی انجیل میں حضرت مسیح کا یہ قول درج کیا ہے کہ:

(۱) متی: ۲۰/۲۵-۲۸ و مرقس: ۱۰/۴۲-۴۵

''اچھا چرواہا بھیڑیوں کے لیے اپنی جان دیتا ہے، مزدور جو نہ چرواہا ہے نہ بھیڑیوں کا مالک، بھیڑیے کو آتے دیکھ کر، بھیڑیوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے......
اچھا چرواہا میں ہوں —— میں بھیڑیوں کے لیے اپنی جان دیتا ہوں الخ۔''(۱)

اس میں حضرت مسیح نے اپنے آپ کو ایک اچھا چرواہا کہہ کر بتایا ہے کہ جیسے چرواہا بھیڑیے کو دیکھ کر نہیں بھاگتا، بلکہ اس وقت بھی اپنی بھیڑیوں کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے ،اسی طرح میں بھی کرتا ہوں، اس میں جان دینے کا مطلب وہی ہے جو چرواہے کے بھیڑیوں کے واسطے جان دینے کا ہے۔اس سے کوئی بھی کفارۂ مسیح کا مزعومہ عقیدہ ثابت نہیں کرسکتا، نہ اس کا ذہن کبھی اس طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔

حضرتِ مسیح نے جان دینے کے الفاظ ایک ایسے موقعے پر استعمال فرمائے ہیں کہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جان دینے کا صاف سیدھا وہ مفہوم مراد ہے جو ہم نے اوپر پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

''میرا حکم یہ ہے کہ جیسے میں نے تم سے محبت رکھی تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو، اس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لیے دیدے، جو کچھ میں تمکو حکم دیتا ہوں اگر تم اسے کرو تو میرے دوست ہو۔''(۲)

غور فرمایئے ! حضرت مسیح اپنے شاگردوں کو ایک دوسرے سے اسی طرح محبت رکھنے کی ہدایت کررہے ہیں جس طرح خود مسیح نے اپنے شاگردوں سے رکھی، اور وہ محبت کیا تھی کہ اپنی جان دوستوں کے لئے دیدی، لہٰذا شاگرد بھی ایک دوسرے کے لئے جان دے دیں۔اس عبارت میں جو تعلیم دی گئی ہے، اسکی رو سے کیا کوئی یہ خیال کرسکتا ہے کہ حضرت مسیح اپنے شاگردوں کو بھی ایک دوسرے کا فدیہ وکفارہ بن جانے کی ہدایت دے رہے ہیں؟ ہر گز نہیں، ورنہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ

(۱) یوحنا:۱۰/۱۱-۱۶ (۲) یوحنا:۱۲/۱۴

سارے شاگرد بھی حضرت مسیح کی طرح کفارہ وفدیہ بن سکتے ہیں، جس کے یہ عیسائی خود بھی قائل نہیں ہو سکتے۔ اسلئے اسکا صاف سیدھا یہ مطلب ہے کہ جس طرح میں نے تمہاری نجات کے لیے راہ ہموار کرنے کی خاطر دکھ ودرد، مصائب وآلام برداشت کیے، اسی طرح تم بھی دوسروں کے لیے برداشت کرو، اوراس معنی کر یہ الفاظ عیسیٰ کے بعد پولس نے بھی استعمال کئے ہیں۔

چنانچہ کرنتھیوں کے نام اپنے پہلے خط میں لکھا ہے کہ:

''اے بھائیو! مجھے اس فخر کی قسم جو ہمارے خداوند مسیح یسوع میں تم پر ہے، میں ہر روز مرتا ہوں۔''(۱)

اور پولس ہی نے کرنتھیوں کے نام دوسرے خط میں لکھا ہے:

''ہم ہر طرف سے مصیبت تو اٹھاتے ہیں، لیکن لاچار نہیں ہوتے، حیران تو ہوتے ہیں مگر ناامید نہیں ہوتے ــــــ ہم ہر وقت اپنے بدن میں یسوع کی موت لیے پھرتے ہیں تا کہ یسوع کی زندگی بھی ہمارے بدن میں ظاہر ہو، کیوں کہ ہم جیتے جی یسوع کی خاطر ہمیشہ موت کے حوالہ کئے جاتے ہیں۔''(۲)

پولس رسول کے ان اقوال میں ذرا سے غور وفکر سے یہ بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہاں مراد اس موت سے یہ ہے کہ شریعت کے پہچاننے میں ہم کو درد ومصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، چنانچہ ان موقعوں پر پولس اپنی انہی مصیبتوں کا ذکر کر رہا ہے، کہ ہر طرف سے مصیبت آتی ہے پھر بھی لاچار وناامید نہیں ہوتے۔ پھر دوسرے خط کے آخری جملے تو بالکل ہی صاف ہیں؛ کیوں کہ ان میں کہا ہے کہ ہم مسیح کی خاطر موت کے حوالہ کئے جاتے ہیں، ان کا کیا یہی مفہوم ومعنی متعین نہیں ہے کہ حضرت مسیح کے دین کی تبلیغ میں ہم پر مصیبت پیش آتی ہے؟

(۱) کرنتھیوں اول: ۳۱/۱۵ (۲) کرنتھیوں دوم: ۸/۴-۱۱

الغرض حضرت مسیح نے کہیں بھی اس کفارہ کا ذکر نہیں کیا جس کو عیسائی دنیا آج اپنا سب سے اہم اور بنیادی عقیدہ بنائے ہوئے ہے اوران عبارات کا وہ مطلب نہیں جو عیسائی لوگ بیان کرتے ہیں۔

حواریین اور عقیدۂ کفارہ

اس کے بعد، حواریین مسیح کے اقوال وارشادات پر نظر کیجئے، تو ان میں بھی اس عقیدۂ کفارہ کا وہ فلسفہ، جو عیسائی دنیا پیش کرتی ہے، کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ اس سلسلے میں حواریین کے جو اقوال ملتے ہیں ان کو عقل وانصاف کی رو سے دیکھئے۔

(۱) شمعون پطرس حواری نے ایک جگہ کہا ہے:

’’تمہارا نکما چال چلن جو باپ دادا سے چلا آتا تھا، اس سے تمہاری خلاصی فانی چیزوں یعنی سونے چاندی کے ذریعہ سے نہیں ہوئی، بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برّے یعنی مسیح کے بیش قیمت خون سے۔‘‘(۱)

اس سے ممکن ہے کہ کسی کا ذہن اس مزعومہ کفارے کی طرف منتقل ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان جملوں کا بھی اس کفارے سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ ان کا بھی وہی مطلب ہے جو اوپر پیش کیا گیا کہ لوگوں کو گناہوں سے بچانے کے لیے حضرت مسیح کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، تب جا کر لوگوں کو نجات کا راستہ ملا، جیسے ہر پیغمبر کو تبلیغ شریعت کے سلسلے میں ایسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ جملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ یہ بات یوں ہی حاصل نہیں ہوگئی، اس کے لئے ہمارے بڑوں کو خون پسینہ ایک کرنا پڑا۔ بتائیے اس جملہ کا اس سے زیادہ کچھ مطلب ہوسکتا ہے جو اوپر بیان کیا گیا؟ اسی طرح پطرس کے جملہ کو بھی اسی معنی

(۱) پطرس کا پہلا خط: ۱/۱۸-۱۹

پر محمول کرنا ہوگا اور اس کی دلیل خود پطرس کے دوسرے جملے ہیں جو دوسرے موقعوں پر انہوں نے بیان کئے ہیں۔

مثلاً ایک جگہ کہتے ہیں:

''اگر نیکی کر کے دکھ پاتے اور صبر کرتے ہو تو یہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے، اور تم اسی کے لیے بلائے گئے ہو، کیوں کہ مسیح بھی تمہارے واسطے دکھ اٹھا کر تمہیں ایک نمونہ دے گیا ہے تا کہ اس کے نقش قدم پر چلو۔''(۱)

اس کلام میں جناب پطرس نے حضرت مسیح کو لوگوں کے سامنے بطور نمونہ پیش کر کے کہا کہ تم بھی حضرت مسیح کی طرح دکھ اٹھا کر صبر کرو۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح اس مزعومہ عقیدہ کفارے کے مطابق قتل وصلب ہو کر، ساری انسانیت کو گناہوں سے پاک کرنے والے تھے، تو کیا دوسرے لوگ بھی تمام گناہگاروں کو اسی معنی میں ان کے گناہوں سے پاک کرنے والے تھے؟ اگر ہاں تو کیا دوسرے لوگ بھی سارے گناہگاروں کے گناہوں کا کفارہ بن سکتے ہیں؟ اگر بن سکتے ہیں تو اس میں حضرت مسیح کی کیا خصوصیت رہی؟ اگر نہیں بن سکتے، تو پطرس نے حضرت مسیح کے دکھ درد کو نمونہ کے طور پر پیش کر کے، لوگوں کو اس پر عمل کی دعوت کیوں دی؟

ظاہر ہے کہ یہ اعتراض اسی وقت ہوگا جب کہ جناب پطرس کے کلام کو مزعومہ کفارے سے متعلق قرار دیا جائے، ورنہ اُس معنی کے اعتبار کرنے پر جو ہم نے اوپر پیش کیا ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ دین کی خاطر دکھ درد اٹھانے کو پطرس نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے، جو اوپر نقل کئے گئے۔

اسی طرح پطرس نے اپنے خط کے تیسرے باب میں کہا ہے کہ:

---

(۱) پطرس کا پہلا خط: ۲/۲۰-۲۱

''اگر خدا کی یہی مرضی ہو کہ تم نیکی کر کے دکھ اٹھاؤ تو یہ بدی کرنے کے سبب سے دکھ اٹھانے سے بہتر ہے، اس لیے کہ مسیح نے بھی یعنی راستباز نے ناراستوں کے لیے گناہوں کے باعث ایک بار دکھ اٹھایا۔''(۱)

اسی طرح اس خط کے باب چہارم وپنجم میں بھی کہا ہے۔ یہاں بھی حضرت مسیح کو نمونہ بنا کر پیش کر کے لوگوں کو تسلی دی ہے کہ اگر دکھ ودرد کی نوبت آئے تو اسی کو بہتر خیال کرو، بتایئے کہ کیا یہ سب دکھ درد اٹھانے والے دوسرے لوگوں کا کفارہ ہیں؟ نہیں، اور یقیناً نہیں، لہٰذا اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر ہم نے لکھا۔

حاصل یہ ہے کہ پطرس حواری کے کلام سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح کو تمام لوگوں کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر قتل کیا گیا بلکہ اس کے خلاف صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو دین وشریعت کی تبلیغ اور لوگوں کی اصلاح کے سلسلہ میں بڑی تکالیف برداشت کرنی پڑیں اور آپ نے ان کو بکمال خوبی برداشت کیا، گناہوں کا کفارہ ہونے کا بس یہی مطلب ہے۔

چنانچہ پطرس ہی نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ:

''خدا نے اپنے خادم کو اٹھا کر پہلے تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے پھیر کر برکت دے۔''(۲)

دوسری جگہ کہتے ہیں:

''اسی کو (مسیح کو) خدا نے مالک ومنجی ٹھہرا کر اپنے داہنے ہاتھ سے سر بلند کیا تاکہ اسرائیل کو توبہ کی توفیق وگناہوں کی معافی بخشے۔''(۳)

(۲) حضرت مسیح کے دوسرے حواری جناب یوحنا کے کلام سے بھی لوگ اس

(۱) پطرس کا پہلا خط: ۳/ ۱۷-۱۸ (۲) اعمال الرسل: ۳/ ۲۶ (۳) اعمال الرسل: ۵/ ۳۱

مزعومہ عقیدے کا ثبوت لینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہاں بھی وہ مزعومہ عقیدہ ان کی عبارات سے ثابت نہیں ہوتا، مثلاً انھوں نے کہا کہ:

''اس کے بیٹے یسوع کا خون ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے۔''(۱)

آگے چل کر کہتے ہیں:

''وہی (مسیح) ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی۔''(۲)

اور ایک جگہ کہا کہ:

''تم جانتے ہو کہ وہ اس لیے ظاہر ہوا تھا کہ گناہوں کو اٹھا لے جائے''(۳)

یوحنا حواری کے ان اقوال سے بھی یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح کو تمام لوگوں کے گناہوں کا کفارہ وفدیہ بنا کر قتل وصلب کیا گیا، مگر ہم کو یہاں یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس سے کفارہ کے مزعومہ عقیدہ پر استدلال کرنے والے نہایت ہی غبی وبلید ہیں؛ کیوں کہ خود یوحنا نے حضرتِ مسیح کی طرح جان دینا لوگوں پر فرض قرار دیا ہے:

''اس نے (مسیح نے) ہمارے واسطے اپنی جان دے دی، اور ہم پر بھی بھائیوں کے واسطے جان دینا فرض ہے۔''(۴)

کیا کوئی شخص اس سے یہ مراد لے سکتا ہے کہ ہم پر بھی بھائیوں کے لیے کفارہ وفدیہ بن کر جان دینا ضروری ہے؟ ہرگز نہیں، تو پھر حضرت مسیح کے ہمارے واسطے جان دینے کا یہ مطلب کیوں لیا جاتا ہے جب کہ دونوں جملے ایک ہی سیاق میں واقع ہیں؟ پھر حضرت مسیح کے گناہ اٹھا لے جانے کا معنی بھی یوحنا نے اسی جگہ یہ بیان کیا ہے کہ:

''خدا کا بیٹا اسی لیے ظاہر ہوا تھا کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے''۔(۵)

---

(۱) یوحنا کا پہلا رسالہ: ۱/۷ (۲) یوحنا کا پہلا رسالہ: ۲/۲ (۳) یوحنا کا پہلا رسالہ: ۳/۵ (۴) یوحنا کا پہلا رسالہ: ۳/۱۶ (۵) یوحنا کا پہلا رسالہ: ۳/۸

پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کا گناہوں کو اٹھالے جانا اور کفارہ وفدیہ ہونا، یہ معنی رکھتا ہے کہ انہوں نے گناہوں کو دنیا سے مٹانے کی کوشش کی اور لوگوں کو نجات کا راستہ دکھایا، لہٰذا یوحنا کے کلام سے بھی مذکورہ ومزعومہ کفارہ کا کوئی تعلق نہیں۔

(۳) حضرت مسیح کے ایک اور حواری جناب یہوداہ جن کا ایک مختصر خط بائبل کے عہدنامہ جدید (NEW TESTAMENT) میں شامل ہے، انہوں نے اس خط میں اس عقیدہ کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا ہے حالانکہ عیسائی خیال کے مطابق یہ مسئلہ وعقیدہ مذہب کی جان ہے۔

بہرحال حوراہین سے اس عقیدۂ کفارہ کے بارے میں کوئی بات ثابت نہیں ہوتی، اور جن اقوال وبیانات سے اس مسئلے پر استدلال کیا جاتا ہے، ان سے یہ مسئلہ وعقیدہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف کا ثبوت ہوتا ہے۔

پولس اور عقیدۂ کفارہ

اس کے بعد عہدنامہ جدید (NEW TESTAMENT) کی کتابوں پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو کفارہ کا وہ فلسفہ جس کو عیسائی لوگوں نے پیش کیا ہے (اور اس کی تفصیل پہلے باب میں گذرچکی ہے) ہم کو من وعین پولوس کے رسالوں میں ملتا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس بدعتی عقیدہ کا بانی وموجد یہی پولوس ہے۔

چنانچہ اس کے رومیون کے نام خط میں اس نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے، وہ کہتا ہے کہ:

''پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی، اس لیے کہ سب نے گناہ کیا، کیوں کہ شریعت کے دیے جانے تک دنیا میں گناہ تو تھا، مگر جہاں شریعت نہیں

وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا، تو بھی آدم سے لے کر موسیٰ تک موت نے ان پر بھی بادشاہی کی جنہوں نے اس آدم کی نافرمانی کی طرح جو آنے والے کا مثیل تھا، گناہ نہ کیا تھا، لیکن قصور کا جو حال ہے وہ فضل کی نعمت کا نہیں، کیوں کہ جب ایک شخص کے قصور سے بہت سے آدمی مر گئے تو خدا کا فضل اور اس کی جو بخشش ایک ہی آدمی یعنی یسوع مسیح کے فضل سے پیدا ہوئی بہت سے آدمیوں پر ضرور ہی افراط سے نازل ہوئی، اور جیسا ایک شخص کے گناہ کا انجام ہوا بخشش کا ویسا حال نہیں، کیوں کہ ایک ہی سبب سے وہ فیصلہ ہوا جس کا نتیجہ سزا کا حکم تھا، مگر بھتیرے قصوروں سے ایسی نعمت پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ راستباز ٹھہرے الخ۔"(۱)

اور پولس نے کرنتھیون کے نام اپنے پہلے خط میں لکھا ہے کہ:

"کیوں کہ جب آدمی کے سبب سے موت آئی تو آدمی ہی کے سبب سے مردوں کی قیامت بھی آئی، اور جیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے۔"(۲)

ان عبارات میں دیکھئے کہ وہی آدم کے گناہ کا، اس گناہ سے موت کے طاری ہونے کا، پھر آدم کی ذریت کے گنہ گار ہونے کا، پھر ان کا بھی موت سے دوچار ہونے کا، پھر مسیح کے ذریعہ سب کے گناہوں کے پاک ہونے، اور سب کو ابدی زندگی کے ملنے کا ذکر صاف الفاظ میں کیا گیا ہے، یہ بالکل وہی فلسفہ ہے جس کو عیسائیوں کے یہاں عقیدۂ کفارہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عقیدے کی بنیاد نہ عیسیٰ مسیح کے کسی قول وارشاد پر ہے نہ کسی حواری کے بیان پر، بلکہ اس عقیدے کی بنیاد پولس کے اقوال پر ہے، اور وہی دراصل اس باطل وغیر معقول عقیدے کا بانی وموجد ہے۔

(۱) رومیون: ۱۲/۵-۱۶ (۲) کرنتھیوں اول: ۱۵/۲۱-۲۲

باب دوم

کفارۂ مسیح کا بطلان بائبل کی روشنی میں

پہلے باب میں آپ کو کفارۂ مسیح کی حقیقت عیسائی نقطۂ نظر سے اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے اور یہ بھی کہ یہ عقیدہ نہ عیسیٰ کی تعلیم میں ملتا ہے نہ حواریین کی تعلیم میں ملتا ہے، بلکہ یہ دراصل ایک بدعتی شخص پولس کی ایجاد ہے، اب ہم اس باب میں عیسائیوں کی کتب مقدسہ کی روشنی میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ عقیدہ سراسر باطل اور بے بنیاد ہے، مگر اس سے قبل دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

مسیح توریت وصحف انبیاء کے پابند تھے

پہلی بات یہ ہے کہ ہم اس عقیدے کے بطلان پر جہاں حضرت مسیح کے اقوال سے استدلال کریں گے، وہیں انبیاء سابقین کے اقوال اور ان کے صحیفوں سے بھی استناد کریں گے؛ کیوں کہ حضرت مسیح نے خود یہ التزام کیا ہے کہ وہ توریت وصحف انبیاء پر عمل کریں گے، لہٰذا ان کی تعلیم ان سے پہلے انبیاء کی تعلیم کے خلاف ہر گز نہیں ہو سکتی، تو کفارے کا عقیدہ اگر انبیاء سابقین کے صحیفوں کی تعلیم سے متعارض ہو تو بلاشبہ وہ عقیدہ باطل وغلط ہوگا، لہٰذا ہمارے اس طرز استدلال پر کسی کو شک نہ ہونا چاہئے۔

اب وہ نصوص بھی ملاحظہ فرمالیں جن میں حضرت مسیح نے توریت وصحف انبیاء کو اپنے لیے قابل عمل قرار دیا ہے۔

متی نے اپنی انجیل میں حضرت مسیح کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کے صحیفوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں، بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان وزمین نہ ٹل جائیں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔''(۱)

اور لوقا نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نقطہ کے مٹ جانے سے آسان ہے۔''(۲)

یاد رہے کہ بائبل میں جہاں بھی شریعت کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہے جو توریت کی شکل میں ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کے نزدیک بقولِ انجیل، توریت منسوخ نہیں اور نہ حضرت مسیح نے اس کو نظر انداز کیا ہے، بلکہ آپ اسی پر عمل کرنے اور اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے تشریف لائے تھے۔

بائبل کے اختلافات کا ذکر

دوسری بات جس کی وضاحت ضروری ہے یہ ہے کہ بائبل میں شدید طور پر اختلاف پایا جاتا ہے، ایک جگہ جو بات بیان کی گئی، دوسری جگہ اس کے بالکل خلاف دوسری بات بیان کی گئی ہے، اس لیے یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے کفارے کے بطلان پر جو عبارات بائبل سے استدلال میں پیش کی ہیں، خود بائبل میں ان کے برخلاف دوسری بات بھی ملتی ہے، مگر اس کے ہم ذمہ دار نہیں، بلکہ اس اختلاف کی توجیہ وتاویل خود ان کے ذمہ ہے جو بائبل کو اللہ کا کلام قرار دیتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ ہم نے جن عبارتوں سے کفارے کے بطلان پر استدلال

(۱) متی: ۵/۱۷-۱۸ (۲) لوقا: ۱۶/۱۷

کیا ہے ان کے خلاف بائبل میں اور کوئی بات ہو تو خود ان عیسائیوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بائبل کے اس اختلاف کو رفع کرنے والی توجیہ کریں۔

اسی کے ساتھ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی معقول تاویل وتوجیہ بائبل کے اکثر اختلافات کی نہیں کی جاسکتی۔(کما لایخفی علی أولی العلم والنھی)

جن حضرات کو بائبل کے ان اختلافات کے دیکھنے کا شوق ہو وہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اظہار الحق'' یا اس کا ترجمہ ''قرآن سے بائبل تک'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، اس باب کو ہم متعدد فصلوں میں تقسیم کرتے ہیں؛ کیوں کہ کتب مقدسہ (بائبل) سے اس عقیدۂ کفارہ کا بطلان مختلف ومتعدد زاویوں سے ہوتا ہے، ہم ان میں سے ہر ایک کو ایک فصل میں بیان کریں گے۔

فصل اول

عقیدۂ کفارہ میں یہ بات ملحوظ ہے کہ آدم نے گناہ کیا، اور اس کی سزا میں مسیح کو قتل کیا گیا، مگر یہ بات بڑی مضحکہ خیز و بے بنیاد و غیر معقول ہے؛ کیوں کہ بائبل کی رو سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی بے گناہ کو مارا نہ جائے اور اس کو گنہ گار شمار نہ کیا جائے۔

توریت میں ارشاد ہے کہ:

''اگر لوگوں میں کسی طرح کا جھگڑا ہو اور وہ عدالت میں آئیں تو وہ صادق کو بے گناہ ٹھہرائیں اور شریر پر فتوی دیں۔''(۱)

(۱) کتاب استثناء: ۲۵/۱

اور کتاب سلاطین میں ہے:

''اور بدکار پر فتوی لگا کر اس کے اعمال کو اسی کے سر ڈالنا اور صادق کو راست ٹھہرا کر اس کی صداقت کے مطابق اسے جزا دینا۔''(۱)

اور سلیمان کی امثال میں ہے:

''جو شریر کو صادق اور جو صادق کو شریر ٹھہراتا ہے خداوند کو ان دونوں سے نفرت ہے۔''(۲)

کتاب امثال ہی میں دوسری جگہ ہے:

''صادق کو سزا دینا اور شریفوں کو ان کی راستی کے سبب سے مارنا خوب نہیں۔''(۳)

موسیٰ کی کتاب خروج میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا ہے:

''تو اپنے کنگال لوگوں کے مقدمہ میں انصاف کا خون نہ کرنا، جھوٹے معاملے سے دور رہنا اور بے گناہوں اور صادقوں کو قتل نہ کرنا کیوں کہ میں شریر کو راست نہیں ٹھہراؤں گا۔''(۴)

صحیفۂ یسعیاہ نبی میں ہے:

''ان پر افسوس جو مے پینے میں زورآور اور شراب ملانے میں پہلوان ہیں، جو رشوت لے کر شریروں کو صادق اور صادقوں کو ناراست ٹھہراتے ہیں۔''(۵)

عیسائیوں کی ان تمام الہامی کتب سے معلوم ہوا کہ کسی بے گناہ سچے انسان کو مارنا، اس کو برا اور شریر ٹھہرانا، اس کو قتل کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

جب خود خداوند خدا کا یہ حکم بندوں کو ہے تو خود خدائے پاک کیا کسی بے گناہ کو گنہ گار اور شریر کی طرح سزا دے سکتا ہے؟ ہر گز نہیں ہوسکتا۔

---

(۱) سلاطین اول: ۳۲/۸ (۲) امثال: ۱۵/۱۷ (۳) امثال: ۲۶/۱۷ (۴) خروج: ۲۳ /۶-۷
(۵) یسعیاہ: ۲۲/۵-۲۳

داؤد علیہ السلام کی زبور میں ہے:

''وہ صادق کی جان لینے کو اکٹھے ہوتے ہیں اور بے گناہ پر قتل کا فتویٰ دیتے ہیں، لیکن میرا خداوند میرا اُونچا برج، اور میرا خدا میری پناہ کی چٹان رہا ہے، وہ ان کی بدکاری ان ہی پر لائے گا، اور ان ہی کی شرارت میں ان کو کاٹ ڈالے گا۔''(۱)

اور دوسری جگہ زبور ہی میں ہے:

''شریر راست باز کے خلاف بندشیں باندھتا ہے اور اس پر دانت پیستا ہے، خداوند اس پر ہنسے گا، کیوں کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا دن آتا ہے ــــ ان کی تلوار ان ہی کے دل کو چھید یگی ــــ لیکن خداوند صادقوں کو سنبھالتا ہے، الخ''(۲)

حضرت ایوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ خدا شرارت کا کام کرے اور قادر مطلق بدی کرے، وہ انسان کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا، اور ایسا کرے گا کہ ہر کسی کو اپنی ہی راہوں کے مطابق بدلہ ملے گا، یقیناً خدا برائی نہیں کرے گا، قادر مطلق سے بے انصافی نہ ہوگی۔''(۳)

حضرت داؤد فرماتے ہیں:

''تو ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیتا ہے۔''(۴)

حضرت سلیمان فرماتے ہیں:

''اور کیا وہ ہر شخص کو اس کے کام کے مطابق اجر نہ دے گا۔''(۵)

حضرت یرمیاہ نبی نے اللہ کی یہ بات سنائی ہے:

''میں خداوند دل و دماغ کو جانچتا اور آزماتا ہوں تاکہ ہر ایک آدمی کو اس کی

---

(۱) زبور: ۹۴/۲۱-۲۳ (۲) زبور: ۳۷/۱۲-۲۰ (۳) صحیفۂ ایوب: ۳۴/۱۰ (۴) زبور: ۶۲/۱۲ (۵) امثال: ۲۴/۱۳

چال کے موافق اور اس کے کاموں کے پھل کے مطابق بدلہ دوں۔(۱)

حضرت حزقیل اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

''اے بنی اسرائیل! میں تم میں سے ہر ایک کی روش کے مطابق تمہاری عدالت کروں گا۔''(۲)

ان تمام عبارتوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ شریر کو اس کے عمل کے مطابق اور صادق کو اس کی صداقت کے موافق بدلہ دیں گے، اس کے خلاف نہ ہوگا۔ اب یہاں پر دو ہی صورتیں ہیں، یا تو حضرت مسیح کو بدکار قرار دیا جائے، اور اس قتل وصلب کو اس بدی وشرارت کا بدلہ وسزا مانا جائے، اور اس صورت میں حضرت مسیح (نعوذ باللہ تعالیٰ) گنہ گار وشریر قرار پائیں گے، یا یہ کہ حضرت مسیح کو صادق قرار دے کر ان تمام الہامی کتب مقدسہ کی تغلیط اور تردید کردی جائے۔

اگر عیسائی حضرت مسیح کو بدکار قرار دیں تو مشکل یہ ہے کہ یہ خود ان کے عقیدہ اور کتابوں کے خلاف ہے؛ کیوں کہ ان کی کتابوں میں حضرت مسیح کو معصوم وبے گناہ ٹھہرایا گیا ہے۔

حضرت یسعیاہ نبی فرماتے ہیں:

''حالاں کہ اس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اور اس کے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا۔''(۳)

حضرت مسیح خود ہی اپنے کو بے گناہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے مخالفین کو چیلنج دیا کہ:

''تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے؟''۔(۴)

حضرت مسیح کے شاگرد یوحنا فرماتے ہیں:

---

(۱) یرمیاہ کا صحیفہ:۱۰/۱۷ (۲) حزقی ایل:۲۰/۳۳ (۳) یسعیاہ:۹/۵۳ (۴) انجیل یوحنا:۴/۸

''تم جانتے ہو کہ وہ اس لیے ظاہر ہوا تھا کہ گناہوں کو اٹھا لے جائے، اوراس کی ذات میں گناہ نہیں۔''(۱)

پطرس رسول اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''نہ اس نے گناہ کیا اور نہ اس کے منہ سے کوئی مکر کی بات نکلی۔''(۲)

الغرض ان کے عقیدے اور کتابوں کی رو سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ حضرت مسیح کو بدکار قرار دیں، ورنہ ان کتابوں کو غلط کہنا ہوگا، اور اگر حضرت مسیح کو معصوم قرار دیں تو اوپر کی کتابوں کے خلاف یہ لازم آئے گا کہ اللہ نے بے گناہ کو قتل وصلب کروایا، یہ اس کی شان عدل کے خلاف ہے، اب ایک ہی صورت رہ جاتی ہے وہ یہ کہ اس عقیدہ ہی کو غلط قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ یہی بے بنیاد ہے۔

فصل دوم

جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، عیسائی خیال میں کفارہ اس لیے ضروری ہوا کہ حضرت آدم نے گناہ کیا جو ان کی پوری ذریت واولاد میں منتقل ہوگیا، ان میں سے صرف حضرت مسیح معصوم تھے، لہٰذا ان کو کفارہ میں دیا گیا، حالانکہ کتب مقدسہ کی تصریحات سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ باپ کا گناہ بیٹوں پر اور بیٹے کا باپ پر لادا نہیں جائے گا۔

توریت کی پانچویں کتاب استثناء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو صاف الفاظ میں یہ حکم دیا کہ:

''بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں، نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے

---

(۱) یوحنا کا پہلا خط: ۵/۳ (۲) پطرس: ۲۲/۲ و نیز عبرانیوں: ۱۵/۴

جائیں، ہرایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے۔''(۱)

اور کتاب سلاطین میں اسی توریت کا حوالہ دے کر یوں مذکور ہے:

''کیوں کہ موسیٰ کی شریعت کی کتاب میں جیسا خدا نے فرمایا،لکھا ہے کہ بیٹوں کے بدلے باپ نہ مارے جائیں اور نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں، بلکہ ہر شخص اپنے ہی گناہ کے سبب سے مرے۔''(۲)

اور اسی استثناء کا حوالہ کتاب تواریخ دوم میں دیا گیا ہے۔(۳)

اور حضرت حزقی ایل کے صحیفہ میں ہے:

''جو جان گناہ کرتی ہے، وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اُٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لیے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لیے۔''(۴)

اور یرمیاہ کے صحیفہ میں اللہ تعالیٰ نے یہی بات تمثیل کے پیرایہ میں بیان فرمائی ہے:

''پھر یوں نہ کہیں گے کہ باپ دادا نے کچے انگور کھائے اور اولاد کے دانت کھٹے ہوگئے، کیوں کہ ہر ایک اپنی ہی بدکرداری کے سبب سے مرے گا، ہر ایک جو کچے انگور کھاتا ہے اسی کے دانت کھٹے ہوں گے۔(۵)

صحیفۂ حزقی ایل میں بھی اس کو تمثیل میں بیان کیا گیا ہے:

''خدواند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ تم اسرائیل کے ملک میں کیوں یہ مثل کہتے ہو کہ باپ دادا نے کچے انگور کھائے اور اولاد کے دانت کھٹے ہوئے، خداوند خود فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم کہ تم پھر یہ مثل نہ کہو گے، دیکھ سب جانیں میری

(۱)استثناء:۱۶/۲۴(۲)سلاطین:۶/۱۴(۳)تواریخ دوم:۴/۲۵(۴)حزقی ایل:۲۰/۱۸
(۵)یرمیاہ:۱ ۲۹/۳-۳۰

ہیں، جیسی باپ کی جان ویسی بیٹے کی جان بھی میری ہے، جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔"(۱)

ان تمام نصوص وتصریحات سے یہ بات بالکل آشکارہ ہوجاتی ہے کہ باپ کا گناہ بیٹے پر اور بیٹے کا گناہ باپ پر عائد نہیں کیا جائے گا، اور اگر ان صریح عبارتوں میں سے پہلے کی عبارات میں یہ حکم بندوں پر عائد کیا گیا ہے کہ ایک کا گناہ دوسرے پر لادا نہ جائے تو آخری عبارات (یرمیاہ وحزقیل) میں خود خداوند نے اپنے اوپر عائد کیا ہے کہ وہ بھی ایک کا گناہ دوسرے پر نہ ڈالے گا۔

اب کفارۂ مسیح پر غور کرو کہ گناہ کیا آدم نے اور اس کو لادا جاتا ہے آدم کی اولاد پر اور پھر سزا دی جاتی ہے مسیح کو اور اس کفارہ سے ساروں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، کیا یہ نظریہ انتہائی غیر معقول ہونے کے ساتھ ساتھ ان تمام تصریحات کے خلاف نہیں ہے؟ ہے اور یقیناً ہے تو پھر اس کے باطل ہونے میں کیا شبہ کیا جاسکتا ہے؟

فصل سوم

یہ بات کس قدر مضحکہ خیز اور قابل استہزا ہے کہ عیسائی خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت مسیح صادق اور بے گناہ تھے، بلکہ یہ تو ان کا وہ عقیدہ ہے جس پر عیسائیت کا دارومدار ہے، جیسا کہ اس کی تصریح ان کی کتابوں کے حوالہ سے ہم اُوپر نقل کرچکے ہیں، اور پھر حضرت مسیح کو تمام گنہ گاروں کی طرف سے سزا یافتہ بھی قرار دیتے ہیں اور اس بات کو ایک بنیادی عقیدہ ٹھہراتے ہیں حالاں کہ کتب مقدسہ کے مطابق یہ تو ہوسکتا ہے کہ شریر وگنہ گار کو صادق کے بدلہ کفارہ میں

(۱) حزقی ایل: ۱۸/۱-۴

دیا جائے، اور یہ نہیں ہوسکتا کہ صادق کو گنہ گاروں کے بدلہ کفارہ وفدیہ میں دیا جائے۔

چنانچہ اس کی تصریح ان کتابوں میں جن کو یہ عیسائی الہامی قرار دیتے ہیں موجود ہے۔

سلیمان علیہ السلام کی امثال میں کہا گیا ہے:

''شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دغاباز راستبازوں کے بدلہ میں دیا جائے گا۔''(۱)

اور اسی میں دوسری جگہ ہے: ''صادق مصیبت سے رہائی پاتا ہے اور اس میں شریر پکڑا جاتا ہے۔''(۲)

ان عبارتوں میں صاف بتایا گیا ہے کہ شریر کو صادق اور راستباز کے بدلے میں پکڑا بھی جائے گا اور فدیہ و کفارہ میں بھی دیا جائے گا۔ اب یا تو عیسائی لوگ حضرت مسیح کی معصومیت و بے گناہی کا عقیدہ ترک کردیں اور اس کو غلط ٹھہرائیں، یا ان الہامی کتابوں کو غلط و نادرست قرار دیں۔

کیوں کہ جب عیسائی حضرت مسیح کو معصوم کہتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح کو تمام گنہ گاروں کا فدیہ و بدلہ قرار دیا جائے؟ اور اگر یہ گنہ گاروں کا بدلہ ہے جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے تو پھر حضرت مسیح بھی تمام گنہ گاروں سے بڑے گنہ گار قرار پائیں گے، یا نہیں تو یہ کہا جائے یہ کتابیں غلط ہیں۔ اور ہر دو صورت میں عیسائی لوگوں کو اپنے عقیدہ پر نظر ڈالنا ہے کہ کیا یہ عقیدہ حق ہوسکتا ہے جس کے ماننے سے یہ لوگ اس مخمصہ میں پھنسے ہیں۔

---

(۱) امثال: ۱۸/۲۱ (۲) امثال: ۸/۱۱

فصل چہارم

یہ بات کہ حضرت مسیح کو آدم وذریت آدم کے گناہوں کے فدیہ وکفارہ میں قتل کیا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا، اس اعتبار سے بھی بالکل غلط ہے کہ کتب مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ وہ شریر کی شرارت کا بدلہ فوراً دیتا ہے۔

چنانچہ موسیٰ کی توریت میں فرمایا گیا ہے:

''اور جو اس سے عدوات رکھتے ہیں ان کو ان کے دیکھتے دیکھتے بدلہ دے کر ہلاک کر ڈالتا ہے، وہ اس کے بارے میں جو اس سے عداوت رکھتا ہے دیر نہ کرے گا بلکہ اسی کے دیکھتے دیکھتے اسے بدلہ دے گا۔''(۱)

انتباہ

اگر چہ کتب مقدسہ سے اس کے برخلاف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا، مگر یہ ہمارے لیے مضر نہیں؛ کیوں کہ اگر وہ اس کو لیتے ہیں تو توریت کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے جس سے ہمارا مدعیٰ ثابت ہوگا کہ یہ کتابیں محرف ہیں۔

اب غور کیجئے کہ آدم جو مسیح سے پچھتر پشت پہلے گزرے ہیں (جیسا کہ لوقا کی انجیل باب دوم سے معلوم ہوتا ہے) ان کے گناہ کا بدلہ فوراً دینے کے بجائے اسی خدائے پاک نے جس نے موسیٰ سے فرمایا تھا کہ میں بدلہ لینے میں دیر نہیں کرتا، بلکہ فوراً بدلہ لیتا ہوں، آدم کی پچھتر پشتوں کے گذرنے کے بعد مسیح سے اس کا بدلہ لیا۔

اب موسیٰ کی توریت کو سچا مانا جائے یا عیسائیوں کے من گھڑت عقیدۂ کفارہ کو

(۱) استثناء: ۷/۱۰

صحیح تسلیم کیا جائے؟

ظاہر ہے کہ عیسائیوں کے لیے اس کے بغیر چارہ نہیں کہ توریت کی تصریح کے مطابق یہ تسلیم کرلیں کہ آدم سے گناہ جونہی ہوا، ان کو اس کی سزا بھی دیدی گئی ہوگی، چنانچہ توریت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کے گناہ کے بعد، ان کو بطور سزا کہا کہ:

''اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا، اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی، مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اپنی پیداوار کھائے گا اور وہ تیرے کانٹے اور اونٹکٹارے اُگائے گی الخ۔''(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے آدم کو ان کے گناہ کی سزا جنت سے دنیا میں بھیج کر اور دنیا کے مصائب میں ڈال کر دیدی تھی۔ پھر ان کے علاوہ اور لوگ جنہوں نے کوئی گناہ کیا، اللہ نے اُن کو اس کا بدلہ دیا ہے۔ جیسا کہ اس کی تصریح کتب مقدسہ میں مختلف جگہوں پر کی گئی ہے اور ہم ان کو اس کے بعد کی فصل میں پیش کریں گے۔

الغرض اس تصریح کے بعد کہ اللہ تعالیٰ بدلہ لینے میں دیر نہیں کرتا اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ عقیدۂ کفارۂ مسیح کو صحیح تسلیم کیا جائے اور ہزاروں برس تک کی تاخیر کو روا رکھا جائے۔



---

(۱) پیدائش: ۳/ ۱۷-۱۸

فصل پنجم

عیسائی عقیدہ کے مطابق اگر اس کو صحیح مانا جائے کہ ساری ذریت آدم کا کفارہ حضرت مسیح نے ادا کیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے ساری ذریت آدم اور خود آدم کا گناہ بخشنے کے لیے اور ان کو نجات دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اپنے بیٹے مسیح کو سب کی طرف سے کفارہ بنا کر سولی پر چڑھا دیا، جیسا کہ اس کا بیان باب اول میں ہم پڑھ چکے ہیں، تو سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ پھر اللہ نے ہر زمانے میں مختلف لوگوں سے ان کے گناہوں کا بدلہ کیوں لیا؟ مثلاً:

(۱) حضرت نوح کی قوم نے جب سرکشی کی اور نوح پر ایمان نہ لائی تو ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس کو توریت کی زبانی سنئے:

''اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا اور پانی بڑھا اور اس نے کشتی کو اوپر اُٹھا دیا، سو کشتی زمین پر سے اُٹھ گئی ــــــ اور سب جانور جو زمین پر چلتے تھے، پرندے اور چوپائے اور جنگلی جانور اور زمین پر کے سب رینگنے والے جاندار اور سب آدمی مر گئے، اور خشکی کے سب جاندار جن کے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا مر گئے، بلکہ ہر جاندار شئ جو روئے زمین پر تھی مر گئی الخ''(۱)

(۲) حضرت لوط کی قوم نے جب گناہوں پر جرأت کی اور حد سے آگے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرات ملائکہ کے ذریعہ اس بستی کو تباہ و برباد کیا۔ اس تباہی و بربادی کا نقشہ توریت نے یوں دیا ہے:

''تب خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان

---

(۱) کتاب پیدائش: ۷/۱۷-۲۳

سے برسائی اور اس نے ان شہروں کو اور اس ساری ترائی کو اور ان شہروں کے سب رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین سے اُگا تھا غارت کیا۔''(۱)

(۳) بنی اسرائیل کا صندوقِ شہادت جب اُشدودیوں نے چھین لیا اور اپنے شہر اشدود (جو فلسطین کا ایک شہر تھا) میں لے گئے تو اس کی وجہ سے ان پر جو کچھ پیش آیا، اس کا تذکرہ سفر سموئیل میں ہے:

''پر خدا کا ہاتھ اُشدودیوں پر بھاری ہوا اور وہ ان کو ہلاک کرنے لگا اور اُشدود اور اس کی نواحی کے لوگوں کو گلٹیوں سے مارا۔''(۲)

آگے اسی میں ہے:

''جب وہ اسے (صندوق کو) لے گئے، تو یوں ہوا کہ خداوند کا ہاتھ اس شہر کے خلاف ایسا اُٹھا کہ اس میں بڑی ہل چل مچ گئی اور اس نے اس شہر کے لوگوں کو چھوٹے سے بڑے تک مارا اور ان کے گلٹیاں نکلنے لگیں۔''(۳)

(۴) جب جبعون مقام کے باشندوں نے حضرت یوشع (یشوع) سے صلح کر لی اور پانچ اُموری بادشاہوں نے ان کے خلاف اکٹھا ہو کر ان کا محاصرہ کیا تو پہلے حضرت یوشع نے ان پانچ بادشاہوں سے جنگ کی جن کے نام یہ ہیں: (۱) یروشلم کا بادشاہ ادونی صدق (۲) حبرون کا بادشاہ ہوہام (۳) یرموت کا بادشاہ پیرام (۴) لکیس کا بادشاہ یافیع (۵) عجلون کا بادشاہ دبیر۔ حضرت یشوع کی جنگ کے بعد خدا نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ اس کو صحیفۂ یشوع میں یوں درج کیا ہے:

''جب وہ (بادشاہ) اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگے اور بیت حوروں کے اُتار پر تھے تو خداوند نے عزیقہ تک آسمان سے اُن پر بڑے بڑے پتھر برسائے اور وہ مر گئے اور جو اولوں سے مرے وہ اُن سے جن کو بنی اسرائیل نے تہہ تیغ کیا کہیں

---

(۱) سفر پیدائش: ۱۹/ ۲۴-۲۵ (۲) سموئیل اول: ۵/ ۶ (۳) سموئیل اول: ۵/ ۶

زیادہ تھے۔'' (۱)

(۵) عمالیق کی نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے سموئیل نبی کو حکم دیا، جو سفر سموئیل کے مطابق یہ ہے کہ:

''سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ اُن کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور اُن پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت، ننھے بچے اور شیر خوار، گائے، بیل اور بھیڑ، بکریاں اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال۔'' (۲)

اس کے بعد اس حکم کی تعمیل میں یہ ہوا کہ:

''عمالیقوں کو حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے ہے مارا اور عمالیقیوں کے بادشاہ اجاج کو جیتا پکڑا اور سب لوگوں کو تلوار کی دھار سے نیست کر دیا۔'' (۳)

اور عمالیقیوں کے بادشاہ کو قتل نہ کرنے پر خدا نے عتاب فرمایا تو آخر کار اس کا حشر یہ کیا گیا کہ:

''اجاج (بادشاہ) کو جلجال میں خداوند کے حضور ٹکڑے ٹکڑے کیا۔'' (۴)

اور جب بنی اسرائیل میں زنا پھیلا تو خدا نے قہر نازل کیا جس سے چوبیس ہزار مر گئے۔ (۵)

یہ چند نمونے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہگاروں پر خدا نے عذاب نازل کیا اور ان کا خون کیا گیا۔ اگر اس قسم کے مضمون کا احاطہ کرنے کی کوشش کریں تو مستقل ایک کتاب تیار ہو جائے۔

اب غور کیا جائے کہ جب اللہ کو مسیح کا کفارہ گنہ گاروں کی طرف سے دینا تھا تو اس نے ان گنہ گاروں کو کیوں قتل کروایا اور ان کو سزا کیوں دی؟

---

(۱) یشوع: ۱۰/۱۱ (۲) سموئیل اول: ۱۵/۳ (۳) سموئیل اول: ۱۵/۷-۸ (۴) سموئیل اول: ۱۵/۳۳ (۵) سفر گنتی: ۲۵/۸

کیا خدا کو اس کا پہلے سے علم نہ تھا کہ وہ مسیح کو تمام روئے زمین کے گنہ گاروں کا بدلہ وفدیہ بنانے والا ہے؟ ظاہر ہے کہ خدا کا اس سے بے علم رہنا درست نہیں؛ کیوں کہ وہ دانا اور سمجھ والا ہے اور حکمت و مصلحت والا ہے۔(۱)

اس سے کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں، وہ ہر چیز سے واقف ہے جیسا کہ حضرت داوٗد نے فرمایا ہے۔(۲)

اور حضرت یرمیاہ کے صحیفہ میں ہے کہ:

''خداوند فرماتا ہے کہ کیا میں نزدیک ہی کا خدا ہوں اور دور کا خدا نہیں ، کیا کوئی آدمی پوشیدہ جگہوں میں چھپ سکتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں۔''(۳)

الغرض یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا کو پہلے سے اس کا علم نہ ہو کہ وہ خود آگے چل کر ساری زمین کے گنہ گاروں کا فدیہ و کفارہ عیسیٰ مسیح کے خون سے دینے والا ہے، جب اللہ کو معلوم تھا کہ وہ عیسیٰ مسیح کو فدیہ میں دے گا تو گنہ گاروں سے بدلہ کیوں لیا گیا؟ کیا یہ ظلم نہیں کہ دو دو بار بدلہ و کفارہ لیا جائے، اور اللہ ظلم سے بری ہے پاک ہے، خدا تو ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تو خود بھلا ظلم کیسے کرسکتا ہے؟

زبور میں حضرت داوٗد فرماتے ہیں:

''شریر اور ظلم دوست سے اس کی روح کو نفرت ہے۔''(۴)

اور اگر یوں کہا جائے کہ گناہ کا بدلہ کچھ تو ان لوگوں سے لیا گیا جن کا ذکر اوپر ہوا اور کچھ حضرت مسیح سے لیا گیا، تو اس پر عیسائیوں کو یہ کہنا چاہئے کہ حضرت مسیح پورے طور پر نجات دہندہ نہ ہوئے، بلکہ آدھے نجات دہندہ ہوئے، اور عیسائی اس کو قیامت تک تسلیم نہیں کریں گے؛ کیوں کہ حضرت مسیح تو ان کے یہاں، کفارہ ادا کرنے کی بنا پر واحد نجات دہندہ ہیں۔

---

(۱) دیکھو ایوب: ۲۲/۲۱ و یسعیاہ: ۱۲/۴۰-۱۵ (۲) زبور: ۱/۱۳۹-۱۶ (۳) یرمیاہ: ۲۳/۲۳-۲۴
(۴) زبور: ۵/۱۱

فصل ششم

عیسائیوں کا عقیدۂ کفارہ اس بنیاد پر قائم ہے کہ سوائے مسیح کے کوئی اور بے گناہ و معصوم نہیں ہے، سب کے سب گنہ گار ہیں، اس لیے کسی اور کے بجائے صرف حضرت مسیح کو کفارہ میں دیا گیا؛ کیوں کہ کوئی اور اس قابل نہ تھا کہ وہ کفارہ میں دیا جاتا، جیسا کہ پولس رسول کے خط سے معلوم ہوتا ہے:

''اس لیے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں، مگر اس کے فضل کے سبب سے اس مخلصی کے وسیلہ سے جو مسیح یسوع میں ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اسے خدا نے اس کے خون کے باعث ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہو۔''(۱)

اس میں پہلے کہا گیا کہ سب نے گناہ کیا، اس کے بعد مسیح کو کفارہ کے قابل گردانا گیا، جس سے معلوم ہوا کہ اور کوئی اس قابل نہ تھا؛ کیوں کہ سب گنہ گار تھے، حالاں کہ کتب مقدسہ سے حضرت مسیح کے علاوہ اور بھی لوگوں کا بے گناہ و بے عیب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

مثلاً حضرت یعقوب کے بارے میں توریت میں لکھا ہے:

''وہ یعنی (خداوند) یعقوب میں بدی نہیں پاتا اور نہ اسرائیل میں کوئی خرابی دیکھتا ہے۔''(۲)

اور حضرت موسیٰ کی برگزیدگی کے بارے میں زبور میں آیا ہے کہ:

---

(۱) رومیوں کا خط: ۳/۲۳-۲۵ (۲) سفر گنتی: ۲۳/۲۱

''اگر میرا برگزیدہ موسیٰ میرے حضور بیچ میں نہ آتا کہ میرے قہر کو ٹال دے تا نہ ہو کہ میں اُن کو ہلاک کروں۔''(۱)

اور حضرت ایوبؑ کے بارے میں آیا ہے کہ:

''عوض کی سرزمین میں ایوب نام کا ایک شخص تھا، وہ شخص کامل راستباز اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔''(۲)

حزقی ایل کے صحیفہ میں بھی اللہ نے حضرت ایوب، حضرت نوح اور حضرت دانی ایل کو صادق قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

''اگر چہ یہ تین شخص، نوح، اور دانی ایل اور ایوب اس (خطا کار ملک) میں موجود ہوں تو بھی خداوند فرماتا ہے کہ وہ اپنی صداقت سے فقط اپنی ہی جان بچا سکیں گے۔''(۳)

اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معصوم ہونا وہ خود فرماتے ہیں، چنانچہ کہا:

''تو نے میرے دل کو آزمالیا ہے، تو نے رات کو میری نگرانی کی، تو نے مجھے پرکھا اور کچھ کھوٹ نہ پایا۔''(۴)

نیز بائبل کے مختلف مقامات پر اور بھی حضرات کی برگزیدگی اور عصمت کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً:

(۱) یوحنا بپتسمہ والا (دیکھو: لوقا:۱/۱۵، ۱/۶۶، ۱/۸۰، مرقس:۱/۴، ۶/۳۰، متیٰ:۱۱/۱۱، ۱۱/۱۸-۱۹، لوقا:۳/۲)

(۲) ہابیل بن آدم (متیٰ:۲۳/۳۵، عبرانیوں:۱۱/۴، یوحنا کا رسالہ:۳/۱۲)

---

(۱) زبور:۱۰۶/۲۳ (۲) صحیفۂ ایوب:۱/۱ (۳) حزقی ایل:۱۴/۱۴ (۴) زبور:۱۷/۳

(۳) دانیال علیہ السلام (دانیال کا صحیفہ: ۴/۸ و ۶/۴ و ۶/۲۱-۲۲)

(۴) یوسیاہ (سلاطین دوم: ۲۲/۲)

(۵) زکریا اور ان کی بیوی (انجیل لوقا: ۱/۶)

(۶) حزقیاہ (سلاطین دوم: ۱۸/۵، یسعیاہ: ۲۸/۲-۳)

(۷) سموئیل (سموئیل اول: ۱۲/۳-۵)

(۸) شمعون (انجیل لوقا: ۲/۲۵)

(۹) یوسف (انجیل متیؑ: ۱/۱۹)

ان چند نمونہ کے حوالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انبیاء جن کو ان عبارات میں راستباز، کامل، صادق، بے گناہ و بے عیب کہا گیا ہے، یہ بھی حضرت مسیح کی طرح معصوم ہیں، اور اسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، پھر ان میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو انسانوں کے گناہوں کا فدیہ کیوں نہیں بنایا؟

فصل ہفتم

گناہوں کا کفارہ، عیسائی عقیدہ میں صرف ایسی ذات کو بنایا جا سکتا ہے جو بالکل بے گناہ اور معصوم ہو، جیسا کہ اس سے پہلی فصل میں مذکور ہوا، مگر طرفہ تماشا یہ ہے کہ کتب مقدسہ ہی کی رو سے حضرت مسیح کا گنہگار ہونا لازم آتا ہے، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے یہ وعدہ فرمایا کہ تیرے بعد میں تیری نسل سے سلطنت کے قیام کا کام لوں گا، پھر اسی سلطنت کو قائم کرنے والے کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور میں اس کا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا، اگر وہ خطا کرے تو میں اسے

آدمیوں کی لاٹھی اور بنی آدم کے تازیانوں سے تنبیہ کروں گا، پر میری رحمت اس سے جدا نہ ہوگی۔''(۱)

اور خود عیسائیوں کے نزدیک اس جگہ جس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ''میں اس کا باپ اور وہ میرا بیٹا ہوگا''، اس سے مراد حضرت عیسیٰ مسیح ہیں۔

چنانچہ اس جگہ حاشیہ پر اس کے لیے عبرانیوں کا حوالہ دیا گیا ہے اور عبرانیوں میں لکھا ہے کہ:

''اگلے زمانہ میں خدا نے باپ دادا سے حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے، اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا، جسے اس نے سب چیزوں کا وارث ٹھہرایا اور جس کے وسیلہ سے اس نے عالم بھی پیدا کئے ــــــــ وہ گناہوں کو دھو کر عالمِ بالا پر کبریا کی داہنی طرف جا بیٹھا اور فرشتوں سے اسی قدر بزرگ ہو گیا ــــــــ کیوں کہ فرشتوں میں سے اس نے کب کسی سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے، آج تو مجھ سے پیدا ہوا اور پھر یہ کہ میں اسکا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا۔''(۲)

اور عبرانیوں کی اس عبارت پر حاشیہ میں سموئیل دوم کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ داؤد سے جو کہا گیا تھا وہ دراصل حضرت مسیح کے بارے میں تھا، اگرچہ حضرت سلیمان نے اس کلام کا مصداق خود اپنے آپ کو قرار دیا ہے (دیکھو سلاطین اول: ۱۸/۱۹-۲۰) مگر خود عبرانیوں نے اس کو مسیح پر منطبق کیا ہے جیسے کہ گذرا۔

جب حضرت مسیح ہی اس کا مصداق ہیں اور اس میں صاف مذکور ہے کہ اگر وہ

---

(۱) سموئیل دوم: ۱۴/۷-۱۵ (۲) عبرانیوں: ۱/۱-۵

خطا کرے گا تو میں اس کو آدمیوں کی لاٹھی اور بنی آدم کے تازیانوں سے تنبیہ کروں گا، اور نصاریٰ کے قول کے مطابق اور انجیل کے مطابق حضرت مسیح کو بنی آدم کے تازیانے کھانے بھی پڑے، جیسے انجیل میں تصریح موجود ہے کہ حضرت مسیح نے ان لوگوں سے جو ان پر چڑھ آئے تھے، مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ:

''کیا تم مجھ کو ڈاکو سمجھ کر تلواریں اور لاٹھیاں لے کر نکلے ہو؟۔''(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کو مارنے لوگ تلوار اور لاٹھیاں بھی لائے تھے، اس کے بعد کیا ہوا؟ وہ لوقا کی زبانی ملاحظہ ہو:

''جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے، اسکو ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور مارتے تھے ــــ اور پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا۔''(۲)

اور مرقس نے لکھا ہے کہ:

''اور وہ اس کے بعد سر پر سرکنڈا مارتے تھے اور اس پر تھوکتے اور گھٹنے ٹیک ٹیک کر (مذاق اڑاتے ہوئے) اسے سجدہ کرتے رہے۔''(۳)

پھر اس کے بعد عیسائیوں کے خیال کے مطابق جو کچھ ہوا یعنی صلیب پر چڑھانا وغیرہ وہ سب کچھ چاروں اناجیل میں مذکور ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ نے حضرت مسیح کو بنی آدم کے تازیانوں اور ان کی لاٹھیوں سے تنبیہ کی، اور یہ تنبیہ اس شرط سے مشروط تھی کہ مسیح خطاء کرے، لہٰذا معلوم ہوا کہ مسیح خطار کار تھے، اس لیے اللہ نے سرزنش کی۔

تو اب عیسائی بتائیں کہ گنہ گار کو فدیہ میں کیسے دیا گیا جب کہ تمہارے عقیدے میں سوائے اس کے جو معصوم و بے گناہ ہو، کوئی اور اس قابل نہیں کہ اس کو

(۱) انجیل لوقا: ۵۲/۲۲ (۲) انجیل لوقا: ۶۳/۲۲-۶۴ (۳) انجیل مرقس: ۱۹/۱۵

فدیہ میں دیا جائے؟

اس کے علاوہ عیسیٰ مسیح کا گنہ گار ہونا خود انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ جب ایک شادی میں مسیح کی والدہ نے مسیح سے کہا کہ لوگوں کے پاس مئے (شراب) نہیں رہی تو اس کا جواب مسیح نے نہایت تحقیر وتوہین آمیز لہجہ میں دیا یعنی کہا: ''اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟۔''(۱)

یہ لب ولہجہ کس قدر توہین آمیز ہے؟ اس کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں، اور والدہ کی تحقیر وتوہین توریت کے مطابق حرام وناجائز اور لعنت کا سبب ہے۔

چنانچہ توریت میں والدین کی عزت کا حکم دیا گیا ہے:

''تو اپنے باپ اور ماں کی عزت کرنا۔''(۲)

اور سفر احبار میں ہے:

''اور تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور اپنے باپ سے ڈرتا رہے۔''(۳)

اور توریت سفر استثناء میں ہے:

''لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو حقیر جانے۔''(۴)

اور خود حضرت مسیح نے والدین کی عزت وتعظیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

''خدا نے فرمایا ہے کہ تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا اور جو ماں باپ کو برا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔''(۵)

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی عزت نہ کرنے والا نہ صرف یہ کہ مجرم وگنہ گار قرار پاتا ہے بلکہ اتنا بڑا مجرم ہوجاتا ہے کہ وہ لعنتی وگردن زدنی قرار پاتا ہے۔

---

(۱) انجیل یوحنّا: ۲/۳-۴ (۲) سفر خروج: ۲۰/۱۲ (۳) سفر احبار: ۱۹/۳ (۴) استثناء: ۲۷/۱۶ (۵) انجیل متی: ۱۵/۴، انجیل مرقس: ۷/۱۰ و ۱۰/۱۹، لوقا: ۱۸/۲۰

اب عیسائی بتائیں کہ حضرت مسیح مجرم قرار پاتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور قرار پاتے ہیں تو وہ گنہ گاروں کے فدیہ میں کیوں کر دیے گئے؟

اس اعتبار سے بھی عیسائیوں کے اس غلط و باطل عقیدہ کی اچھے طور پر نقاب کشائی ہو جاتی ہے۔

فصل ہشتم

اس عقیدۂ کفارہ میں عیسائیوں نے جس بات کو زور دے کر پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ کفارہ کے بغیر کوئی اور طریقہ نجات کا ممکن نہیں ہے، صرف یہ عقیدۂ کفارہ ہے جس کے ذریعہ کسی بھی انسان کو ابدی نجات حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ باب اول میں گزر چکا، مگر یہ بات خود کتب مقدسہ کی صاف و واضح تصریحات کے خلاف ہے، بلکہ کتب مقدسہ نے بہت سی اور چیزوں کو بھی باعث نجات قرار دیا ہے۔

چنانچہ ذیل میں ہم کتب مقدسہ سے کچھ ایسے افعال و اعمال پیش کرتے ہیں، جن کو مدار نجات و باعث نجات قرار دیا گیا ہے:

خداوند کا نام لینا

چنانچہ یوایل نبی کے صحیفہ میں ہے:

"اور جو کوئی خدا کا نام لے گا نجات پائے گا۔"(۱)

اور پولس رسول کہتا ہے:

"کیوں کہ جو کوئی خدا کا نام لے گا نجات پائے گا۔"(۲)

اور اعمال الرسل میں لکھا ہے:

---
(۱) یوایل: ۳۲/۲ (۲) رومیوں کے نام خط: ۱۳/۱۰

''اور یوں ہوگا کہ جوکوئی خداوند کا نام لے گا نجات پائے گا۔''(۱)

خدا کی طلب

عاموس کے صحیفہ میں ہے:

''کیوں کہ خداونداسرائیل کے گھرانوں سے یوں فرماتا ہے کہ تم میرے طالب ہواور زندہ رہو۔''(۲)

اور صفنیاہ کے صحیفہ میں ہے:

''اے ملک کے سب حلیم لوگو! اسکے طالب ہو، راستبازی کو ڈھونڈو، فروتنی کی تلاش کرو، شاید خداوند کے غضب کے دن تم کو پناہ ملے۔''(۳)

اور صحیفہ نوحہ میں ہے:

''خداوندان پرمہربان ہے جواُس کے منتظر ہیں، اُس جان پر جواس کی طالب ہے، یہ خوب ہے کہ آدمی اُمیدوار رہے اور خاموشی سے خداوند کی نجات کا انتظار کرے۔''(۴)

اور میکاہ نبی فرماتے ہیں:

''لیکن میں خداوند کی راہ دیکھوں گا اور اپنے نجات دینے والے خدا کا انتظار کروں گا۔''(۵)

اس میں پہلے جملے کا دوسرے جملے سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا شرط وجزاء میں ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر میں خداوند کی راہ دیکھوں گا تو خدا مجھے نجات دے گا۔

---

(۱) اعمال الرسل: ۲/۲۱ (۲) عاموس: ۵/۴-۶ (۳) صفنیاہ: ۲/۳ (۴) نوحہ: ۳/۲۵-۲۶
(۵) صحیفۂ میکاہ: ۷/۷

گناہ سے احتراز

حضرت حزقیل علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اگر تو اس راستباز کو آگاہ کردے تاکہ گناہ نہ کرے اور وہ گناہ سے باز رہے تو وہ یقیناً جئے گا۔''(۱)

صحیفہ حزقی ایل میں دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ:

''لیکن اگر شریر اپنے تمام گناہوں سے جو اُس نے کئے ہیں باز آئے اور میرے سب آئین پر چل کر جو جائز اور روا ہے کرے، تو وہ یقیناً زندہ رہے گا، وہ نہ مرے گا۔''(۲)

ان موقعوں میں زندہ رہنے اور نہ مرنے سے مراد ابدی نجات ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

احکامِ خداوندی پر عمل

صحیفۂ حزقی ایل میں ہے:

''پر میرے احکام پر عمل کرے اور میرے آئین پر چلے وہ اپنے باپ کے گناہوں کے لیے نہ مرے گا وہ یقیناً زندہ رہے گا۔''(۳)

اور صحیفۂ حزقی ایل ہی میں دوسری جگہ ہے:

''اور میں نے اپنے آئین ان کو دیے اور اپنے احکام اُن کو سکھائے کہ انسان اُن پر عمل کرنے سے زندہ رہے۔''(۴)

اور حضرت موسیٰ سے توریت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

---

(۱) حزقی ایل: ۳/۲۱ (۲) حزقی ایل: ۱۸/۲۰ و حزقی ایل: ۱۸/۲۲-۲۳، ۲۷-۲۸ (۳) حزقی ایل: ۱۸/۹-۱۷-۱۹-۲۱-۲۷ (۴) حزقی ایل: ۲۰/۱۱

''تم میرے حکموں پر عمل کرنا اور میرے آئین کو مان کر ان پر چلنا، میں خداوند تمہارا خدا ہوں، سو تم میرے آئین اور احکام ماننا، جن پر اگر کوئی عمل کرے تو وہ ان ہی کی بدولت جیتا رہے گا۔''(۱)

اور موسیٰ کی معرفت بنی اسرائیل کو مخاطب کیا گیا کہ:

''اے اسرائیلیو! جو آئین اور احکام میں تم کو سکھاتا ہوں تم ان پر عمل کرنے کے لیے ان کو سن لو تا کہ تم زندہ رہو۔''(۲)

خدا و مخلوق سے محبت

لوقا نے انجیل میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ:

''ایک عالم شرع اُٹھا اور یہ کہہ کر اُس کی (مسیح کی) آزمائش کرنے لگا کہ اے استاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ اس نے اس سے کہا توریت میں کیا لکھا ہے، تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ، اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا، یہی کر تو جئے گا۔''(۳)

معلوم ہونا چاہئے کہ خود حضرت مسیح نے ان دو حکموں کو یعنی خالق و پڑوسی سے محبت کو تمام توریت وصحف وصحف انبیاء کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ متی نے انجیل میں اس واقعہ کو درج کرنے کے بعد حضرت مسیح کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''انہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔''(۴)

قتل، زنا، چوری، جھوٹی گواہی سے پرہیز

حضرت مسیح کے حواری متّٰی نے اپنی انجیل میں تحریر کیا ہے کہ:

---

(۱) توریت سفر احبار: ۱۸/۴-۵ (۲) سفر استثناء: ۴/ (۳) انجیل لوقا: ۱۰/۲۵-۲۹ (۴) متّٰی: ۲۲/۴۰

''ایک شخص نے پاس آکر اس سے (مسیح سے) کہا کہ اے استاد! میں کونسی نیکی کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اس نے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے، نیک تو ایک ہی ہے، لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر، اس نے اس سے کہا کون حکموں پر؟ یسوع نے کہا یہ کہ خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے الخ''(۱)

اس میں غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ اگر کفارہ ہی نجات کا ذریعہ و وسیلہ ہوتا تو حضرت مسیح سائل کے جواب میں صاف یہ کہہ دیتے کہ کسی چیز سے بھی تم کو دائمی زندگی نہ ملے گی، بس میری موت ہی سے تم کو یہ بات حاصل ہوگی، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح سائل کو جواب میں یہ بتاتے ہیں کہ حکموں پر عمل کرو تو نجات پاؤ گے۔

ایمان ویقین

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو ایمان لائے اور بپتسمہ لے وہ نجات پائے گا۔''(۲)

پولس رسول اپنے خط (بنام رومیوں) میں کہتا ہے:

''خدا جو امید کا چشمہ ہے تمہیں ایمان رکھنے کے سبب ساری خوشی اور اطمینان سے معمور کرے۔''(۳)

یہاں ''ساری خوشی'' سے نجات ابدی ہی مراد ہونا چاہئے، ورنہ ساری خوشی کا اور کیا مصداق ہوسکتا ہے؟ اور اس خوشی کا سبب ایمان کو قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نجات کا مدار ایمان ہے نہ کہ کفارہ۔

---

(۱) انجیل متی: ۱۹/۱۶-۱۹ (۲) انجیل مرقس: ۱۶/۱۶ (۳) رومیون: ۱۵/۱۳

اس طرح اور مواقع میں بھی پولس نے اس بات کو بیان کیا ہے۔معلوم ہوا کہ کفارہ پرنجات کا مدار نہیں، بلکہ ایمان وعمل تقوی وغیرہ امور واعمال پر ہے۔

فصل نہم

عیسائی خیال وعقیدہ ہے کہ اللہ تعالی توبہ واستغفار سے گناہ کو معاف نہیں کرسکتا،جیسا کہ باب اول میں ہم مع حوالہ ان کا یہ عقیدہ لکھ چکے ہیں اور جیسا کہ یہ بھی ہم نے واضح کیا ہے کہ ان لوگوں کو کفارہ پر مجبور کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ نجات وگناہوں کی معافی کے لیے توبہ واستغفار کو کافی خیال نہیں کرتے۔اس فصل میں ہم کتب مقدسہ کے حوالوں سے یہ بات ثابت کریں گے کہ توبہ واستغفار بھی نجات کا باعث ہے،اگر چہ یہ مضمون گذشتہ فصل میں بھی رکھا جاسکتا تھا، بلکہ در اصل یہ مضمون گذشتہ فصل ہی کا ایک جز ہے،مگر ہم نے اس کو مستقل الگ فصل میں رکھنا اس لیے مناسب خیال کیا کہ یہ بات ممتاز حیثیت سے سامنے آجائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے اللہ تعالی نے فرمایا:

''اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلاتے ہیں خاکسار بن کر دعاء کریں اور میرے دیدار کے طالب ہوں اور اپنی بری راہوں سے پھریں تو میں آسمان پر سے سن کر ان کا گناہ معاف کردوں گا،اور ان کا ملک بحال کردوں گا۔''(۱)

اور کتاب تواریخ دوم میں ہے:

''بلکہ خدا کے تابع ہوجاؤ اور اس کے مقدِس میں آؤ جسے اس نے ہمیشہ کے لیے مقدس کیا ہے اور خداوند اپنے خدا کی عبادت کرو تا کہ اس کا قہر شدید تم پر سے ٹل

(۱) تواریخ دوم: ۷/۱۴

جائے ؛ کیوں کہ اگر تم خداوند کی طرف پھر رجوع لاؤ تو تمہارے بھائی اور تمہارے بیٹے اپنے اسیر کرنے والوں کی نظر میں قابل رحم ٹھہریں گے اور اس ملک میں پھر آئیں گے؛ کیوں کہ خداوند تمہارا خدا غفور الرحیم ہے۔"(۱)

اور یوایل کے صحیفہ میں خدا فرماتا ہے:

"اب بھی پورے دل سے روزہ رکھ کر اور گریہ وزاری و ماتم کرتے ہوئے میری طرف رجوع لاؤ اور اپنے کپڑوں کو نہیں، بلکہ دلوں کو چاک کر کے خداوند اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو؛ کیوں کہ وہ رحیم ومہربان، قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے۔"(۲)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ وانابت اور رجوع الی اللہ وہ صفات ہیں جن سے خدا کا رحم وکرم اور اس کی مغفرت انسانوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور انسان کو نجات حاصل ہوتی ہے اور خدا کا قہر ٹل جاتا ہے۔لہذا یہ کہنا کہ توبہ و استغفار سے کوئی نجات نہیں پا سکتا اور اس کی وجہ سے دائمی زندگی میسر نہیں آسکتی بے دلیل اور خود بائبل کے نصوص کے صریح خلاف ہے۔



(۱) تواریخ دوم: ۳۰/۸-۹ (۲) یوایل: ۲/۱۲-۱۳

فصل دہم

کفارہ مسیح کے سلسلہ میں اس کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے بعض عیسائی یہ لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کسی کا گناہ ازخود معاف نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہ عدل کے خلاف ہے کہ گناہ کا بدلہ نہ دیا جائے، اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ لیں اور یہ بدلہ حضرت مسیح کو فدیہ میں دیکر لیا گیا، مگر یہ بات سراسر غلط ہے کیوں کہ خدا کا رحیم و غفور ہونا یہی تو معنی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ معاف کرے، جبکہ خدا خود بندوں کو آپس میں ایک دوسرے کو معاف کرنے کا حکم دیتا ہے تو خدا تعالی خود رحیم و غفور ہونے کے باوصف کیا گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا؟

جیسے حضرت مسیح فرماتے ہیں:

''اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا۔''(۱)

اور فرماتے ہیں:

''اگر تمہیں کسی سے کچھ شکایت ہو تو اُسے معاف کرو تا کہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے قصور معاف کرے۔''(۲)

اور فرماتے ہیں:

''جیسے تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحم دل ہو۔''(۳)

اور حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

(۱) انجیل متیٰ: ۶/۱۴ (۲) انجیل مرقس: ۱۱/۲۵ (۳) انجیل لوقا: ۶/۳۶

''وہ تیری ساری بدکاری کو بخشتا ہے۔''(۱)

نیز فرماتے ہیں:

''خداوند رحیم وکریم ہے، قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ـــــ اس نے ہمارے گناہوں کے موافق سلوک نہیں کیا، اور ہماری بدکاریوں کے مطابق ہم کو بدلہ نہیں دیا۔''(۲)

نیز توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قابیل بن آدم نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا اور خدا کا غضب بھڑکا تو قائن (قابیل) نے اللہ سے عاجزی وخاکساری کی تو اللہ نے فرمایا جو قائن کو قتل کرے اس سے سات گنا بدلہ لیا جائے گا۔''(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے قائن (قابیل) کو جو ہابل کا قاتل ہے معاف کر دیا۔

الغرض ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ معاف کر سکتا اور کرتا ہے، پھر اگر معاف کرنا عدل کے خلاف ہے تو کیا عیسائی بتا سکتے ہیں کہ بے گناہ کو قتل کروا دینا کونسے عدل کا تقاضا ہے؟ ہر آدمی اس کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ گناہگاروں کے بدلے کسی بے گناہ کو سزا دینا یا انکے بدلے میں اسکو صلیب پر چڑھا دینا سراسر عدل کے خلاف اور نہایت بری بات ہے۔ کس قدر تعجب ہے کہ عیسائی لوگ مغفرت اور بخشش کو تو خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف اور عدل کے تقاضے کے منافی قرار دیتے ہیں اور کفارہ کی یہ نہایت ہی بری و مکروہ شکل وخلافِ عدل صورت کو ایک ضروری چیز خیال کرتے ہیں۔

بہرحال یہ عقیدہ نہایت ہی غلط اور عیسائیوں کی کتبِ مقدسہ کی رو سے بھی بے حقیقت ہے۔

---

(۱) زبور: ۱۰۳/۳ (۲) زبور: ۱۰۳/۸-۱۰ (۳) پیدائش: ۴/۱۳-۱۵

فصل یازدہم

کتب مقدسہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جوشخص بھی صلیب پر چڑھایا گیا، وہ لعنتی وملعون ہے۔اور یہ بات بالکل بھی محتاج بیان نہیں کہ لعنتی وملعون جہنمی ہوتا ہے۔ اگر ہم عیسائیوں کی یہ بات (نعوذباللہ من ھذا) تسلیم کرلیں کہ جناب مسیح کو کفارہ کے لیے سولی پر چڑھایا گیا تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ آپ نعوذ باللہ جہنمی ہیں۔

چنانچہ کتاب توریت سفر استثناء میں ہے:

''کیوں کہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔''(۱)

اس پر اگر کوئی کہے کہ اس جگہ وہ شخص مراد ہے جو گناہگار ہو اور حضرت مسیح گناہگار نہیں، اس لیے یہ آیت ان پر صادق نہیں آتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کو ہم نعوذ باللہ حضرت مسیح پر منطبق نہیں کررہے ہیں، بلکہ پولس رسول نے اس آیت کو حضرت مسیح پر منطبق کر کے آپ کو لعنتی بنایا ہے۔

چنانچہ پولس رسول اپنے ایک خط میں لکھتا ہے:

''مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیوں کہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔''(۲)

اس عبارت کو غور سے پڑھ لیں اور یہ بھی دیکھ لیں کہ پولس نے مسیح کو لعنتی کہا ہے، اور کتاب استثناء کی عبارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، اس کو ثابت کیا ہے۔

اب عیسائی بتائیں کہ کیا حضرت مسیح لعنتی ہیں، اور اگر لعنتی ہیں تو ان کا

---

(۱)سفرِ استثناء:۲۳/۲۱ (۲) گلتیوں:۱۳/۳

ٹھکانا کیاہے؟ یہ سب سوالات اور شکوک اس لئے پیدا ہورہے ہیں کہ ایک بے حقیقت عقیدہ کوان لوگوں نے گلے سے لگالیا ہے،اس بے حقیقت عقیدے کی وجہ سے نہ معلوم کس قدر غلط باتوں کو ماننالازم آتا ہے۔

فصل دوازدہم

عیسائیوں کے عقیدۂ کفارہ کا سارادارومداراس بات پر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح کو کفارے میں قتل وصلب کیا گیا،مگر حقیقت یہ ہے کہ کتب مقدسہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کاقتل کیامعنی رکھتاہے،ان کوتو کسی قسم کی کسی کی طرف سے تکلیف بھی نہیں پہنچی۔

چند نصوص ملاحظہ ہوں:

(۱) زبور میں حضرت داؤدفرماتے ہیں:

''صادق کی مصیبتیں بہت ہیں،لیکن خداونداس کوان سب سے رہائی بخشتا ہے۔''(۱)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''کیوں کہ شریروں کے بازوتوڑے جائیں گے،لیکن خداوندصادقوں کو سنبھالتاہے۔''(۲)

ان سے معلوم ہوا کہ صادق کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتے ہیں،اس سے زیادہ وضاحت ایک اور موقعہ پر کی گئی ہے:

''وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کوحکم دے گا کہ تیری سب راہوں میں تیری

(۱)زبور:۱۹/۳۴(۲)زبور:۱۷/۳۷

حفاظت کریں، وہ تجھے اپنے ہاتھوں پر اُٹھالیں گے تا کہ ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے ــــ چوں کہ اس نے مجھ سے دل لگایا ہے اس لیے میں اُسے چھڑاؤں گا، میں اسے سرفراز کروں گا؛ کیوں کہ اس نے میرا نام پہنچایا ہے، وہ مجھے پکارے گا اور میں اسے جواب دوں گا، میں مصیبت میں اسکے ساتھ رہوں گا، میں اُسے چھڑاؤں گا اور عزت بخشوں گا۔''(۱)

ان آیتوں میں جس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے ،وہ حضرت مسیح ہیں کیوں کہ انجیل سے اسکا پتہ چلتا ہے کہ جب ابلیس نے حضرت مسیح سے کہا کہ تیرے بارے میں یہ لکھا ہے کہ خدا تجھے فرشتوں کے ذریعہ محفوظ رکھے گا، تو حضرت مسیح نے اسکی تصدیق کی۔(۲)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو محفوظ رکھا اور ظالموں کے پنجے سے ان کو نجات دی۔

چنانچہ زبور کی درج بالا عبارت میں جو آیا ہے کہ وہ مجھے پکارے گا تو اس کا میں جواب دوں گا، اسکا ظہور اسی طرح ہوا، چنانچہ انجیل میں لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح نے منہ کے بل گر کر یہ دعاء کی کہ اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے ،تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے۔''(۳)

چنانچہ اللہ نے اسکو سن لیا اور ان کو بچانے کی تدبیر کی وہ اس طرح کہ دعا کرنے کے بعد:''آسمان سے ایک فرشتہ اسکو دکھائی دیاوہ اسے تقویت دیتا تھا۔''(۴)

یہاں فرشتے کے تقویت دینے کا مطلب تو کوئی بے وقوف بھی یہ لے نہیں

(۱)زبور:۹۱/۱۱-۱۵(۲)انجیل لوقا:۴/۱۰،انجیل متی:۴/۵(۳)انجیل متی:۲۶/۳۹،مرقس:۱۴/۳۵،لوقا:۲۲/۴۲(۴)انجیل لوقا:۲۲/۴۳

سکتا کہ وہ انکو سولی پر چڑھاتا یا اس کی ترغیب دیتا تھا، بلکہ اس کا یہی مطلب ہے اور ہونا چاہئے کہ ان کو نجات دینے اور شریروں سے بچانے کی تدبیر کررہا تھا حتی کہ انکو آسمان پر اُٹھالیا گیا۔

الغرض جب یہ واقعہ قتل وصلب ہی کتب مقدسہ کی رو سے غلط ٹھہر گیا تو اس پر جو عمارت قائم کی گئی ہے، وہ بھی سب کی سب منہدم ہوگئی ،لہٰذا عقیدۂ کفارۂ مسیح سراسر غلط ولغو اور کتب مقدسہ کی تائید سے عاری بلکہ اس کے خلاف ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی حق کو سمجھنے کی توفیق دے وھوالموفق والمعین ۔

وانا الاحقر محمد شعیب اللہ خان